# قبلہ عالم کی تاریخی کتاب سن1963

"آفتاب عالم تاب " جو قبلہ عالم کے خلیفہ
بخشی مصطفی علی خان مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے
لکھی ہے
مبشر بھائی کا یہ تاریخی کتاب مہیا
کرنے پر مشکور ہوں
منجانب : بختیار حسین جماعتی



مبشر بھائی کا کپڑے بزنس ہے
اللہ تعالی انکو دارین میں کامیابی دے
نوٹ: یہ اشتہار میں نے اپنی طرف سے حوصلہ
افزائی کے لیے دیا ہے

منجانب : بختیار حسین جماعتی

اعلیٰ حضرت امیر الملت مجدد قرن الرابع عشر شاہ جماعت محدث علیپوری نور اللہ مرقدہ کے

# نور العین

والاتبار زبدۃ الابرار قدوۃ الاخیار عمدۃ الاصفیا والاتقیا مولانا مولوی حاجی حافظ حضرت

شمس الملت سید نور حسین شاہ صاحب الموقر حفظہ اللہ تعالیٰ وایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

رونق بخش سجادہ درگاہ شریف اعلیٰ حضرت آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجدد قرن الرابع عشر قدس سرہ العزیز

کے اسمِ مبارک سے

یہ کتاب معنون کیجاتی ہے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

نیازمند

بخشی مصطفےٰ علی خاں نقشبندی جماعتی میسوری ثم المدنی …

ھ

قبر سے اُٹھوں جماعت میں علی کی اے خدا — حضرتِ شاہِ جماعت مقتدا کے واسطے

مغفرت ہو میری اور مولیٰ میرے ماں باپ کی — اور بخشش ہو مرے سب اقربا کے واسطے

مشکلیں آسان ہوں اور حاجتیں بر آئیں سب — نقشبندی سلسلہ کے اولیاء کے واسطے

# مُقَدّمَہ

## اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والتحیات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہ المحترمین واھل بیتہ الطاھرین واصحابہ المکرمین وعباد اللہ الصالحین وخصوصًا منھم علیٰ الِ نبی مجدد قرن الرابع عشرہ امیر الملت والدین عالم العلامہ الحاج حافظ مرشدی

**سید جماعت علی شاہ الموقر محدث نقشبندی علی پوری رضی اللہ عنہ**

امابعد نیازمند بخشی مصطفٰی علی خاں میسوری ثم المدنی کی گذارش ہے کہ اعلیحضرت مرشدی سیدی مجدد قرن چہاردہم امیر الملت والدین محدث علی پوری نور اللہ مرقدہٗ جن کا وصال پر ملال بے زوال ایک سو اٹھارہ سال کی عمر بتاریخ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ م ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء شب جمعہ ہوا۔ آپ کی پون صدی سے زیادہ مدت کی جلیلہ و نبیلہ و باہرہ و ظاہرہ خدمات قوم و دین سے نوجوانان امت ناواقف ہیں۔ اور آپ کے خطابات کے متعلق دریافت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے نیازمند نے بتوفیق و تائید غیبی یہ مختصر رسالہ جناب اقدس کی خدمات قوم و ملت کے متعلق مرتب کیا۔ یہ رسالہ آپ کی کتاب سیرت میں ہے۔ آپ کی طویل حیات مبارک کے صدہا لامع و ساطع واقعات و حالات آپ کی سوانح حیات کے مؤلفین انشاء اللہ بیان کریں گے۔

مکمل سوانح حیات کے ذمہ دار حضرات نے اپنی لازمی مصروفیات و مشاغل کے سبب خدمت کی ادائی میں بڑی دیر فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ یہ خدمت ان سے بجلد ادا ہو۔ آمین

نیازمند کو حضرت مجدد قرن رابع عشر رضی اللہ عنہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی

آفتاب عالم تاب ... حاصل ہوئی ...
سعادت ۱۹۰۶ء میں بمقام بنگلور ریاست میسور (ہند) ۱۹۰۹ء میں بی۔ اے پاس کر کے تعلیم
کالج بنگلور میں ایف۔ اے کا طالب علم تھا۔ اور
ختم کی۔ اور ماہ جون ۱۹۱۰ء سے اگست ۱۹۳۶ء تک ملازمت سے منسلک رہا۔ ان ایام
میں حضرت ممدوح ذیشان بسلسلہ تبلیغ دین قریبا ہر سال علاقہ دکن میں نزول اجلال فرما
تو اپنی طالب علمی کے زمانے میں بمقام بنگلور بلاناغہ ہر شب مغرب سے بعد عشا تک اور
ملازمت کے ایام میں بمقام بنگلور یا میسور یا حیدرآباد دکن رخصت لے کر شبانہ روز حاضر
خدمت عالی رہتا۔ اور اگست ۱۹۳۶ء میں پنشن پر ملازمت سے فارغ ہونے کے فورا بعد
آنحضرت عالی مقام مرشدی قدس سرہ العزیز کی خدمت فیض درجت میں بمقام علی پور شریف
حاضر ہوا اور وسط نومبر تک آپ کے تبلیغی دورۂ گجرات وچورہ شریف وجھنڈ دو باث و پشاور
ولاہور میں ہم رکاب رہنے کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد بنگلور واپس ہو کر سفر حج کی
تیاری کر کے حضرت رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب کراچی سے بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ء بذریعہ
جہاز سے حجاز روانہ ہوا۔ بعد فراغت حج و زیارت ہر سال سالانہ جلسہ ہائے مرکزی انجمن خدام
الصوفیہ والا عرس شریف والدین مکرمین حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہم کے موقع پر آنحالی جناب
کی خدمت اقدس میں طویل مدت کی حاضری کے شرف کے ساتھ صحبت بابرکت کے
فیض حاصل کرتا رہا۔ نیز آپ کی رحلت سے دو سال قبل جبکہ جناب اقدس نور اللہ مرقدہٗ
بسبب علالت و نقاہت تکیوں کے سہارے بغیر تشریف نہیں رکھ سکتے تھے۔ شوق زیارت
آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے قرار ہو کر حج و زیارت کے لئے طیارہ سے روانہ
ہونے کا قصد فرمایا تو نیاز مند نے مکرر آپ کے ہم رکاب سفر رہنے کا شرف حاصل کیا۔ نیاز مند
کی ملازمت کے ایام میں ایک مرتبہ ۱۹۲۶ء میں بمقام اننت پور تین دن اور ۱۹۲۹ء
و ۱۹۳۰ء میں بمقام راجمندری ایک ایک ہفتہ اور ۱۹۳۴ء و ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۶ء میں بمقام
پکنڈا تین تین دن اعلیحضرت ممدوح الشان نے نیاز مند کی عاجزانہ درخواست پر ناچیز کو
میزبانی کا شرف بخشا اور ان مقامات پر آپ کے مواعظ حسنہ کی مجالس روزانہ منعقد ہوتی رہیں
اور بے شمار طالبان حق آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ بمقام راجمندری ایک رات آپ
کے اثر انگیز مدلل وعظ سے متاثر ہو کر ۳۳ غیر مقلدین اپنے عقائد سے تائب ہو کر آپ کے حلقہ
گوش بیعت ہوئے۔ پنشن لینے کے بعد اعلیحضرت معبود ماثرہ عطر اللہ مرقدہٗ نے چار مرتبہ

بنگلور میں نیازمند کو ایک ایک ماہ سے زیادہ مدت تک شرف میزبانی سے نوازا۔ گو بنگلور اور اس کے اطراف واکناف میں اعلیٰحضرت موصوف کے وابستگان پہلے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے لیکن ان ایام کے دوران قیام میں ہر روز مزید ارادت مند شرف بیعت حاصل کرتے رہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا جس میں نئے ارادت کیش داخل سلسلہ نقشبندیہ نہ ہوئے ہوں۔

بندہ ماہ شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۵۱ء میں اعلیٰحضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے عرس شریف میں شمولیت کے لئے دربار علی پور شریف حاضر ہوا۔ اور بتقریب عرس شریف کے اختتام پر واپسی کی اجازت حاصل کرتے ہوئے اپنے قصد حج کا اظہار کرکے سفر حج کی درخواست کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "حج نہیں ہجرت کرو" اور یہ شعر پڑھا؎

زہے نصیب جو ہم جا بسیں مدینے میں
زہے نصیب جو ہم جا مریں مدینے میں

آپ کے اس ارشاد گرامی پر چشم زدن میں گنبد خضرا زادہا شرفاً وتعظیماً کا نظارہ ناچیز کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور وہیں ناچیز نے ہجرت مدینہ منورہ کی نیت کرلی اور ہجرت کی تیاری مکمل کرلینے کے بعد مکرر ۵ ذیقعدہ کو حاضر خدمت بابرکت ہوکر قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اور ۹ ذیقعدہ کو کراچی واپس ہوا۔ ۱۲ ذیقعدہ کو کراچی سے بذریعہ طیارہ پرواز کیا۔ ۱۲ کی صبح جدہ شریف پہنچا اور ۱۳ کی صبح دار شاہنشاہیت شاہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوا؎

تری محبت میں غرق ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دیارِ طیبہ میں آ ہی پہنچا صبا کی موجوں میں مل ملا کر

وہاں سے ۴ ذوالحجہ کو عازم مکہ مکرمہ ہوا۔ جہاں ۴ ذوالحجہ کو اطلاع ملی کہ اعلیٰحضرت ۲۶ ذیقعدہ م ۳۰ اگست شب جمعہ کو واصل بحق تعالیٰ ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ممدوح نے حاضرہ کے نیازمند پر پینتالیس سال کی مدت میں جو احسانات والطافات ولوازشات فرمائے ہیں ان کا بیان بہت ہی طویل ہو گا۔ اس لئے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ آپ کے خوان نعمت پر سفر ہو یا حضر مہمان اس طرح بلا امتیاز رتبہ بیٹھتے۔ جیسے نماز کی صفوں

میں لیکن نیازمند کو آں عالیجناب رضی اللہ عنہ کمال شفقت سے ہمیشہ اپنے قریب بٹھاتے
اور اپنے کھانے میں سے اس غلام بیدام کو مرحمت فرماتے اور یہ شفقت ہمیشہ جاری
رہی۔ اس احسان عظیم کے اور بیعت کے ارشاد کے عظیم ترین احسان کے اور دیگر بے
شمار احسانات و انعامات کے عوض بجا شد از گدا جزو عا نیا ید ہیچ۔

اللہ تعالیٰ اعلیٰحضرتؒ کو احسن الجزاء جنت الفردوس میں نوازے۔

اعلیٰحضرت اقدس سے اپنے تعلقات کا یہ مختصر بیان نیازمند نے اس لئے پیش کیا
ہے کہ ناظرین کتاب پر واضح ہو کہ اعلیٰحضرت نور اللہ مرقدہ کے باہرہ و طاہرہ و جلیلہ
و جمیلہ خدمات قوم و ملت کے صحیح حالات سے وہ کیسے واقف رہا ہے۔ ؎

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اس کتاب کا نام "آفتاب عالمتاب" رکھا۔ اس کے تاریخی نام یہ ہیں۔

| بلا شک آفتاب عالم تاب | او دُرِ بے نظیر |
| --- | --- |
| ۱۳۸۳ھ | ۱۳۸۳ھ |
| وہ غریبوں کے ملجا | دستگیر بے نظیر زمن |
| ۱۳۸۳ھ | ۱۹۶۳ء |

آفتاب عالم تاب

# تاریخ تالیف کتاب

(نوشتۂ حامد حسن قادری، از کراچی)

امیرِ ملت و دیں قبلۂ علی پوری — نہیں ہے جن کا فضائل میں کوئی مثل و جواب

وہ قرن چاردہم کے مجدّدِ برحق — وہ بے نظیر فضیلت مآب و عرش جناب

دلائل اس کے ہیں مثل آفتاب روشن — بیاں ہے جن کے یہ نسخہ ہے گلشنِ شاداب

بیاں کیے ہیں وہ سب مصطفیٰ علی خاں نے — قلم سے اُن کے یہ نکلی ہے لاجواب کتاب

تم ایسے مہرِ درخشاں کی قادری تاریخ

کہو "مشاہدۂ آفتاب عالم تاب"

# آفتاب عالم تاب

(از جناب کلیم جماعتی حیدرآبادی)

اے دل میں اس کتاب کے بارے میں کیا لکھوں
تقریظ کوئی کیا لکھوں کیا تبصرا لکھوں

---

خدماتِ دیں ہیں شاہ جماعت کی اس میں درج
اس کو نگار خانۂ حسنِ وفا لکھوں

---

تھے وہ شکستہ کشتیٔ ملت کے ناخدا
اس ناخدا کو قبلۂ اہلِ صفا لکھوں

---

جس جذبِ اندروں سے مرتب ہوئی کتاب
اس کو وفورِ شوق لکھوں۔ ولولہ لکھوں

---

ہے جب کہ اس کتاب کا ہر لفظ دلنشیں
ہر سطر کو میں اس کی نہ کیوں دل کشا لکھوں

---

تکمیلِ شوق حضرت بخشی (مد ظلہ) کو آفریں
پیری میں اُن کے عزم کو صد مرحبا لکھوں

---

یہ امر تھا کہ نظم میں تاریخ پیش کی
اپنی بساط دیکھ کے حیراں ہوں کیا لکھوں
محبوب (۵۸) کے وصال میں تاریخ ہے کلیم
اس "تذکرہ کو چشمۂ آبِ بقا" لکھوں

---

۵۸ + ۱۹۰۵ = ۱۹۶۳ء

علی پور سیداں ملک پاکستان کے مغربی صوبے کے دارالخلافہ لاہور سے تقریباً ۶۳ میل بجانب شمال مشرق اور شہر سیالکوٹ سے تقریباً ۳۰ میل بجانب جنوب مشرق اور ریلوے جنکشن نارووال سے ۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ خطہ مغل شہنشاہ ہمایوں کے عہد میں حضرت سید محمد نوروز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیراز سے تشریف لاکر اقامت فرمانے کے سبب آباد ہوا۔ اور آپ ہی کی اولاد سے یہ قریہ آباد ہے۔ آپ اپنے عہد کے ممتاز اہل اللہ تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت قادریہ تھا۔ آپ کی اولاد اشراف میں حضرت مولانا پیر سید کریم شاہ صاحب قبلہؒ نے علم و عرفاں و فیض رسانی خلق اللہ میں شہرت پائی۔ آپ کثرت سے عبادت فرماتے تھے۔ آسودہ حال زمیندار تھے۔ آپ کا عقد نکاح خاندان سادات کی ایک عابدہ زاہدہ خاتون سے ہوا۔ جن کے بطن مبارک سے تین صاحبزادے تولد ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت پیر سید نجابت علی شاہ صاحب (۲) اعلیٰ حضرت الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (۳) حضرت پیر سید صادق علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہم ان بزرگوں نے اسوۂ اسلاف کو برقرار رکھتے ہوئے دین کی خدمت اور مخلوق کی ہدایت و حاجت روائی اختیار فرمائی۔ بالخصوص تبلیغ دین اور ملت کی خدمت میں جو انتھک کوششیں اعلیحضرت ممدوح قدس سرہ نے فرمائی ہیں۔ وہ بے مثال ہیں۔

مولود مسعود۔ آپ کی ولادت مبارک انیسویں صدی عیسوی کے تقریباً ۱۸۳۳ء میں آپ کے آبائی وطن علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں واقع ہوئی۔

زمانہ طفلی و ابتدائی تعلیم۔ آپ بچپن سے خلیق۔ صداقت شعار۔ متواضع اور ذہین تھے۔ قدیم رواج کے مطابق آپ کی تعلیم علی پور شریف میں حفظ کلام اللہ سے شروع ہوئی۔ اور حفظ کلام اللہ کے بعد فارسی و عربی کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا آپ نے ہندوستان کے مشاہیر علماء کی تعلیم و صحبت سے استفادہ کیا اور اسناد حاصل کیں۔ زمانۂ تعلیم ہی

آفتاب عالمتاب
ہیں حضرت مولانا مولوی فضل الرحمن صاحبؒ (گنج مراد آباد) سے سند حدیث حاصل
فرمائی۔ اس کے علاوہ دیگر تین محدثین سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ آپ جامع
جمیع علوم معقول ومنقول تھے۔

بیعت واجازت۔ آپ کو زمانہ تعلیم میں اپنے والد ماجد سے سلسلہ قادریہ میں
اجازت تھی۔ لیکن آپ کی طبیعت کا میلان سلسلہ نقشبندیہ کی طرف تھا۔ اور آپ نے
تلاش شیخ میں اکثر مشائخین ہند کی زیارت کی اور ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے
کسی بزرگ نے آپ کو بتلایا کہ آپ کا حصہ حضرت باباجی فقیر محمد صاحب نقشبندی
چوراہیؒ کے پاس ہے۔ آپ حضرت باباجیؒ سے استفاضہ کے مشتاق تھے ہی کہ باباجی
صاحبؒ علی پور شریف کے قریب ایک گاؤں چک قریشیاں میں اتفاقاً وارد ہوئے
اور اس زمانے میں آپ بھی فارغ التحصیل ہو کر علی پور شریف میں قیام فرما تھے۔
حضرت باباجی صاحبؒ کے ورود پر آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت
باباجیؒ نے آپ کو بڑی محبت سے اپنے ارادت مندوں میں شامل فرما لیا اور ایک ہفتہ
کے اندر دستارِ خلافت عطا فرما کر اشاعت سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

## عام حالات

آپ کو زمانہ تعلیم سے تبلیغ دین کا شوق اور کلام اللہ سے عشق تھا۔ اسی زمانے سے
تبلیغی وعظوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ آپ ہر سال ماہ رمضان المبارک میں اول
اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نماز تراویح میں قرآن شریف سناتے تھے، پھر دوسرے
مقامات پر تشریف لے جا کر نماز تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ اور اکثر وبیشتر ایک
رات میں کلام پاک ختم کیا کرتے تھے۔ آپ کا حفظ قرآن مجید تمام عمر نہایت پختہ رہا۔ اور
جب کسی مسجد میں یا مجلس میں یا مکان میں کوئی قاری قرآن شریف سُناتا تو اس کی کوئی
چھوٹی سی غلطی ہی کیوں نہ ہوتی آپ اس کی فوراً اصلاح فرما دیتے۔ ان ایام میں گو
اُدھر ابھی ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔ شہر واضلاع سیالکوٹ وامرتسر کے بہت لوگ
آپ کی بیعت سے مشرف ہونے لگے تھے۔ اور آپ کے علم وفضل اور دل نشیں مواعظ حسنہ

... آپ کے مواعظ ... اور مدلل بدلائل قرآن مجید و
احادیث شریفہ و موزوں و برجستہ امثال ہوتے تھے۔ جس سے دیگر مذاہب باطلہ کے
رد میں آپ جو فرماتے اس کا اثر فوراً ہوتا تھا۔ اور اکثر لوگ فوراً تائب ہو جاتے۔ مثلاً
میں جب مسئلہ نماز پر وعظ فرماتے تو سامعین سے کلمہ شریف پڑھوا کر پابندی نماز کا حلف
لیتے کہ اب نماز نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے تا آخر عمر تخمیناً ۹۰ سال اپنے وعظوں کے
ذریعے کروڑوں بے نمازوں کو پنج وقتہ پختہ نمازی اور تہجد گزار بنا دیا۔

آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی۔ فرماتے تھے کہ دیگر علمائے بہترین کتب
لکھی ہیں۔ مگر ان کے خریدنے اور پڑھنے کا شوق آج کل بہت کم ہے۔ اور جو پڑھتے
یا سنتے ہیں ان میں بہت قلیل لوگوں پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن بذریعہ وعظ ان کے کانوں
تک مسائل پہنچانے سے جلد اور بہتر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ملک کے طول و عرض
میں سفر فرما کر لوگوں کے کانوں تک بلکہ دلوں تک مسائل حقہ پہنچائے اور لوگوں کو
دین اسلام کا پابند بنایا۔

ترکوں کی حکومت کے زمانے میں جب آپ مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو مدت قیام
تک روزانہ مسجد نبوی میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے دل میں عشق رسول انام صلی
اللہ علیہ وسلم بے پناہ تھا۔ آپ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت
سے مشرف ہوئے تھے اور شوق زیارت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا غالب تھا
کہ ہر سال حج و زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے نیازمند کو اپنے پہلے سفر حج
میں آپ کی معیت نصیب ہوئی۔ ہم رضوانی جہاز میں سمندر پار کر رہے تھے بادبانی
کشتیوں کے سفر کا جہاز کے سفر سے مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا پہلا سفر حج بمبئی
سے لندن جانے والے دخانی جہاز پر نہر سویز تک اور وہاں سے ترکوں کے دخانی جہاز
پر جدہ شریف تک اور اس کے بعد صحرائی سفر اونٹوں پر حرمین شریفین تک ہوا تھا
مگر اب تو موٹروں میں آرام کا سفر ہوتا ہے۔ اور سمندری سفر کے واسطے سب حاجیوں
کے لئے کراچی سے جدے تک جہاز مل جاتے ہیں۔ وصال سے ایک سال قبل یعنی ۱۳۶۹ھ
کا حج بسبب سخت علالت قضا ہوا۔ اور دونوں جنگ عظیم کے زمانے میں اسی طرح ۱۳۳۰ھ
کے حج کے، جب کہ سفر کے راستے مسدود تھے یا دیگر ایام میں کسی خاص عذر کے سبب

آفتاب عالم تاب ہر سال بلاناغہ حج و زیارت کے لئے سفر کرتا
آپ کے حج قضا ہوئے۔ باقی ایام میں آپ کے حجوں کی تعداد کا صحیح علم کسی کو نہیں۔
آپ نے خود پر واجب فرمایا تھا۔ آپ نے حساب رکھنے کے لئے حج
جب بھی کسی نے دریافت کیا تو جواب میں فرماتے کہ "فقیر نے
نہیں کیے"۔ آپ کے تمام اسفار حج کا اہم مقصد دربار نبویؐ کی حاضری۔ اور متوسلین۔
مساکین و صالحین عرب شریف کی اپنے مقدور سے کہیں زیادہ مالی و غذائی و پوشاکی امداد
فرمانا ہوتا تھا۔ آپ اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ زر نقد کے علاوہ بہت سے ملبوسات
اور اجناس کی بوریاں لے جاتے اور تقسیم فرماتے تھے۔ حرمین شریفین میں آپ کی
شاہانہ سخاوت زبان زد خاص و عام ہے اور ریاض مندا اس کا عینی شاہد ہے۔ یہاں یہ
لطیفہ کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ ایک دفعہ جب آپ حرم شریف مکہ مکرمہ کے باب ابراہیم
سے باہر آرہے تھے۔ ایک ہندوستانی حاسد مولوی نے آپ کو یوں مخاطب کیا شاہ
صاحب آپ پھر حج کے لئے تشریف لاتے ہو کیا آپ کا یہ حج قبول ہوا ہوگا؟ آپ
نے جواب میں فرمایا۔ فقیر کے گاؤں میں دو سو سے زیادہ مسلمانوں کے گھر ہیں۔ وہاں
سے سوا فقیر کے اور کسی کو نہیں بلایا۔ حج قبول کرلیا ہے تو بلایا اور میرے گاؤں سے کسی
اور کو نہیں بلایا۔ اس برجستہ جواب سے وہ ساکت اور اس کا چہرہ زرد ہوگیا۔

# حجاز ریلوے فنڈ ۱۹۱۰ء میں

بیسویں صدی کے اوائل میں اگرچہ حکومت ترکی کے خزانے میں کروڑوں پونڈ موجود
تھے۔ لیکن تمام دنیائے اسلام کے غرباء و اغنیاء سب کو یکساں حرمین شریفین میں ایک
حسنات جاریہ میں حصہ دلوانے کی غرض سے سلطان روم خلیفۃ المسلمین عبدالحمید خانؒ
نے حجاز ریلوے کی تجویز پیش کی کہ ایک ریلوے لائن دمشق ملک شام سے مدینہ منورہ
وجدہ و مکہ مکرمہ تک جاری کی جائے۔ اور چندہ طلب کیا جائے۔ اس موقع پر اعلیٰحضرت
مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ لاکھ روپے جیب خاص اور اپنے متوسلین سے
جمع فرماکر ارسال فرمایا۔ سلطان روم نے اس مہتمم بالشان خدمت کے صلہ میں
آپ کو تین طلائی تمغے اور اسناد بدستخط خود ارسال فرمائے تھے

# علی گڑھ یونیورسٹی کا قیام ۱۹۱۱ء میں

علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی غرض سے نواب وقار الملک اور سر آغا خاں نے چندہ کے لئے پنجاب کا دورہ کیا۔ اور لاہور میں ایک خاص جلسہ زیر صدارت نواب سر فتح علی خاں قزلباش منعقد کیا اور اعلیٰ حضرت اقدسؒ کو بطور خاص شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ نے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ نواب وقار الملک نے برسر جلسہ اپنی ٹوپی اُتار کر آپ کے قدموں پر رکھدی اور آپ سے اور آپ کے متوسلین سے چندہ کے طالب ہوئے اور آپ کو یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ دینیات کی تعلیم اور یونیورسٹی کی مساجد میں پنج وقتہ نمازوں کی حاضری تمام طلباء پر لازم کی جائے گی۔ اس بناء پر اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے اور اپنے یاران طریقت کی طرف سے کئی لاکھ روپے جمع کر کے دیئے۔

# ردِّ مرزائیت

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں مرزا غلام احمد متوطن قادیان ضلع گورداسپور نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور تبلیغی دورے شروع کئے۔ تب اعلیحضرت امیر ملت علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ہر طرح سے مخالفت شروع کی۔ اور قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی دلیلوں سے اپنے مواعظ میں اس کے جھوٹے دعوے کی تردید فرماتے رہے۔ وہ جھوٹی نبوت کا مدعی جہاں آپ تشریف لے جاتے وہاں سے فوراً دوسرے

---

ے (حاشیہ صفحہ ۱۲) یہ ریل دمشق سے مدینہ منورہ تک بن کر جاری ہوئی۔ مزید توسیع سے قبل جنگ عظیم اول شروع ہوئی۔ اور انگریزوں کی تحریک سے شریف مکہ مکرمہ نے سلطان ترکی کے خلاف بغاوت کی اور عرب بدوؤں سے ریل کی پٹریاں اور پل تڑوا دیئے ویران ریلوے اسٹیشن ویران گاڑیاں، ویران پل اور اکھڑی ہوئی پٹریاں تا حال جابجا نظر آتی ہیں۔

آفتاب عالم تاب
مقام کو چلا جاتا۔ آخرش حضرت اقدس رضی اللہ عنہ نے بذریعہ وعظ و اشتہارات و اشتہار
اس کور و بد و مناظرہ یا مباہلہ کی دعوت دی۔ لیکن وہ اس عالم ربانی و روحانی کے
مقابلہ میں نہ آیا اور آپ کی پیش گوئی سے ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔ اگرچہ اس
وقت نہ ہیضہ کا موسم تھا نہ ملک میں کوئی اور ہیضہ میں مبتلا تھا۔ آپ کے مواعظوں کے
اثر سے لاکھوں مرتد تائب ہو کر دوبارہ داخل اسلام ہوئے اور کروڑوں مذہب قادیانی
میں داخل ہونے سے بچ گئے۔ مرزا غلام احمد کا دلیرانہ کامیاب مقابلہ اعلیٰ حضرت اقدس
کی ایک شاہکار خدمت دین ہے۔ آپ ہمیشہ سفر ہو یا حضر بحالت صحت مذاہب باطلہ
کے خلاف تازہ بتازہ مثالوں سے تادم واپسیں وعظ فرماتے رہے۔ جس سے سچے دین
اسلام کا بول بالا ہوتا رہا۔ اس لحاظ سے آپ سلطان الواعظین بھی تھے۔ آپ سال بھر میں
بہت کم عرصہ گھر میں گزارتے۔ خدمت دین کے لئے ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ فرماتے کہ

؎ رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آپ کے وعظ نہایت سلیس و فصیح و شیریں عام فہم اُردو میں آیات شریفہ و احادیث
مبارکہ اور دل پذیر مثالوں سے مزین ہوتے تھے۔ جو سخت سے سخت قلوب کو نرم کرتے
اور عقائد باطلہ سے رو گرداں کرتے تھے۔ چنانچہ شہر راجمندری میں ایک رات وعظ کے
اثر سے پچپن غیر مقلدین نے آپ کے مبارک دست حق پرست پر عقائد باطلہ سے
توبہ کی اور آپ کی بیعت ارادت کا شرف بھی حاصل کیا۔

سنہ ۱۹۱۶ء میں جب کہ جنگ عظیم برپا تھی۔ بنگلور چھاؤنی میں رسالہ ریمونٹ ڈپو
کی مسجد میں ایک جمعہ کو آپ کا وعظ ہوا۔ اس رسالہ کے تمام انگریز افسر معہ اپنی یورپین
بیویوں کے صحن مسجد میں وعظ سننے جمع ہوئے تھے اور اس رسالہ کا کرنل ایک عالی
خاندان لارڈ تھا۔ اس کا نام لارڈ اسکوت تھا۔ یہ جبری بھرتی کے قانون کے تحت داخل
فوج تھا۔ تمام انگریز افسر اُردو اچھی طرح جانتے تھے اور بعض کی بیویاں بھی اُردو پڑھی
ہوئی تھیں۔ "اسلام ہی سچا مذہب ہے" کے عنوان پر حضرت مجدد مأتہ حاضرہ رضی اللہ
عنہ نے سیر حاصل وعظ فرمایا۔ اسی شام کرنل مذکور کی بیگم نے جو یورپ کے ملک سویڈن
کے متوفی بادشاہ کی پوتی تھی اور تخت نشین شاہ کی چچازاد بہن تھی۔ قاصد بھیجا کہ کوئی

[وقت] مقرر کریں کہ وہ آپ سے دین کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ آپ کی اجازت سے وہ دوسرے ہی دن یوم شنبہ دس بجے حاضر ہوئی۔ ایک کمرہ میں تین کرسیاں ڈلوا کر آپ نے مع اپنے ایک یار عبدالوہاب صاحب ایم۔ اے بیرسٹر کے اس سے گفتگو شروع کی جو تین گھنٹوں سے زیادہ جاری رہی۔ نیازمند اور دیگر برادران طریقت وغیرہ باہر دالان میں حاضر تھے۔ اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی۔ اس کے صرف پانچ منٹ بعد کمرے سے توبہ استغفار وکلمہ طیبہ وکلمہ شہادت پڑھانے کی آواز سنائی دی۔ اور مزید چند منٹ بعد شاہزادی کونٹس اسکپوت داخل اسلام ہو کر گھر واپس ہوئی۔ اور آپ کے قیام بنگلور کے باقی ایام میں ہر روز حاضر خدمت ہو کر زنانہ مریدوں میں بیٹھ کر نماز روزہ وغیرہ کے احکام سیکھتی رہی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کو کسی نے بے پردہ نہیں دیکھا۔ پہلے وہ حکومت کے جنگی فنڈ کے جلسوں میں گایا کرتی تھی کیونکہ وہ بہت خوش گلو تھی۔ لیکن اب اس کا گانا بھی موقوف ہو گیا تھا۔ اس کا شوہر بھی حضرت مجدد قرن رابع عشر نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور دینی مسائل پر خصوصًا مسئلہ تقدیر پر بڑی بحث کرتا تھا۔ شاہزادی کے اسلام قبول کرنے کے چند ہی دن بعد آپ مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ لیکن جب دوسرے سال آپ کی تشریف آوری ہوئی تب کرنل لارڈ اسکپوت بھی آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا۔ جنگ عظیم ثانی کے اواخر میں یعنی ۱۹۴۴ء میں کرنل لارڈ اسکپوت نے اپنے دوست شفیق الملک خان بہادر عباس خاں صاحب بنگلوری کی وساطت سے اپنے اور اپنی بیوی کے تحیات وسلام اپنے پیرومرشد کی خدمت میں پیش کئے تھے اور خیریت دریافت کی تھی ۔۔۔۔ اور لکھا تھا کہ سخت علیل ہو کر علاج کے لئے سوئیٹزرلینڈ پہنچا ہے اور وہیں مقیم ہے۔ نیز ہم دونوں الحمد للہ پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔ اعلیحضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے شاہزادی کا اسلامی نام زینب اور کرنل صاحب کا علی رکھا تھا۔

# آپ کے وعظ کی غیر مسلموں پر اثر کی ایک اور مثال

ان ہی ایام میں ایک بنگالی ہندو اعلیٰ قوم پنڈت کے نوجوان نے جو بی۔اے پاس اور بنگالہ میں ایک ہائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ سرینگر ملک کشمیر میں آپ کے وعظ سے متاثر ہوکر آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور وطن واپس ہونے سے خوف زدہ رہا مبادا اُس کے خاندان اور قوم کے لوگ جو اعلیٰ ذات کے متعصب پنڈت ہیں اس کو مرتد ہونے پر مجبور کریں یا قتل کر دیں۔ آپ نے اُس کو اپنے ارادت کیش شیخ غلام نقشبند صاحب ڈپٹی کمشنر جموں کے حوالہ کیا کہ اُن کے بچوں کو انگریزی پڑھائے اور کھانا کھائے اور خود دین کی تعلیم حاصل کرے۔ اس نو مسلم کا نام آپ نے نور محمد رکھا۔ نور محمد صاحب ہر سال عرس شریف کے موقع پر علی پور شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ ۱۳۷۳ھ کے محرم میں نیازمند کی مدینہ منورہ میں ان سے ملاقات ہوئی وہ فریضۂ حج سے فارغ ہوکر زیارت حضور نبی کریم علیہ افضل واکمل التحیاۃ والصلوٰۃ والتسلیم کے لیے تشریف لائے تھے۔ نورانی چہرہ، سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ گول سیاہ گھنی ڈاڑھی۔ صاحب موصوف نے سنایا کہ وہ اس وقت بہاولپور میں جامعہ عربیہ میں شعبہ انگریزی کے میر مدرس ہیں۔ اور امید ہے کہ وہ ابھی تک بہاولپور ہی میں ہوں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دینی و دنیاوی مراتب اور بلند فرمائے۔ آمین۔

بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ یورپ کے دو علماء اعلیٰ طبقہ کے دو تعلیم یافتہ عیسائیوں اور ہندو قوم پنڈت کے تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقہ کے ایک نوجوان کے اعلیٰ حضرت اقدس عطر اللہ مرقدہ کے تبلیغی وعظوں سے متاثر ہوکر داخل اسلام ہونے کی یہ دو مثالیں اس مختصر رسالہ میں کافی ہیں۔ مزید تفصیلات ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ کے آپ کے دست حق پرست پر ایمان لانے کی انشاء اللہ سوانح حیات کے مولفین پیش کریں گے۔

# فتنہ ارتداد

جنگ عظیم اول کے اختتام پر ۲۳ء میں ہندوستان کا مشہور آریہ سماجی لیڈر پنڈت شردھانند نامی نے یو۔پی کے صوبے میں شدھی سنگٹھن نامی تحریک مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندو بت پرست مذہب میں داخل کرنے کی غرض سے شروع کی اور کہا کہ میں ایک لاکھ مسلمانوں کو ہندو بناؤں گا۔ اس کے لئے اس نے مبلغین کو دیہات میں پھیلا دیا۔

اس کفر کی تحریک کے اثر سے بعض دیہاتی جاہل مسلمان مرتد ہونے لگے۔ کشمیر سے راس کماری تک "ڈھاکہ سے کوئٹہ تک کے تمام سیاسی لیڈر صاحبان تمام علماء و مشائخ خاص کر خاص یوپی کے علماء و مشائخ نے اس تحریک کا کوئی مقابلہ نہیں کیا اور اس فتنے سے غافل رہے۔ لیکن فرد فرید فراز زماں شیر پنجاب و ہندوستان آل نبی مجدد مآتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں درد اٹھا اور آں ذات بابرکات عالی صفات نے اس تحریک کفر کے مقابلہ کے لئے کئی سو مبلغین صوبہ یو۔پی سے کشمیر تک کے دیہاتوں میں اپنے خرچ سے مئی ۲۳ء میں مقرر کئے۔ جہاں انہوں نے مدرسے کھولے۔ بالغوں اور بچوں کو نماز سکھائی اور کلام پاک پڑھایا۔ یونانی اور انگریزی دواخانے جاری کئے اور تبلیغی کارروائی ایسی کامیابی سے کی کہ مرتد دوبارہ داخل اسلام ہوئے اور کثیر تعداد میں ہندوؤں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ مبلغین نے سب کو ارکان اسلام و عبادات دینی کی تعلیم دی۔ اور پختہ ایمان والے مسلمان بنایا۔ جب دہلی میں ایک جوشیلے مسلمان نے سوامی شردھانند کو قتل کر دیا تو اس کی تحریک ختم ہو گئی۔ لیکن آپ کی تحریک تبلیغ دیر جاری رہی۔ کہاں یو۔پی کہاں پنجاب۔ یہ حضرت مجدد مآتہ حاضرہ کی بے پناہ اسلامی محبت اور روحانی طاقت تھی کہ شردھانند کے ملک میں اس تحریک کا کامیاب مقابلہ کیا۔ فتبارک اللہ رب العالمین وھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

# تحریک خلافت

اگست ۱۹۱۴ء میں جو جنگ عظیم مابین انگلستان و فرانس ایک جانب اور جرمنی و روس و اطالیہ (اٹلی) دوسری جانب شروع ہوئی تھی اس کے چند ہی ماہ بعد انگریزوں نے کسی حیلے سے سلطنت ترکی کے خلاف بھی جنگ شروع کی اور بصرہ کی راہ سے ملک عراق پر حملہ آور ہو کر دو سو میل اندرون ملک مقام شط العرب تک داخل ہو گئے۔ اس مقام پر تیس ہزار انگریزی فوج کو ترکی افواج نے محاصرہ میں لے لیا اور چند ہی دن میں جب انگریزی فوج کا راشن اور گولہ بارود ختم ہو گیا تو پوری فوج نے ہتھیار ڈال دیئے اور قیدی ہو گئے۔ اتنی بھاری شکست کسی ملک کی فوج کو تاریخ میں نہیں ہوئی تھی۔ اس شرمندگی کو مٹانے کے لئے انگریزوں نے مقدس ملک حجاز پر حملہ کرنے کی ٹھانی اور اپنے حملہ کی کامیابی کے لئے شریف حسین امیر مکہ مکرمہ اور با اثر عربوں کو بغاوت پر اس وعدہ سے آمادہ کیا کہ فتح کے بعد عربوں کو بادشاہت ملکِ عرب دی جائے گی کہ ملک اُن کا ہے ترک کیوں اُن پر حکمران رہیں۔ چونکہ سلطان روم چھ سو سال سے دنیائے اسلام میں خلیفۃ المسلمین اور خادم حرمین الشریفین مانے گئے تھے۔ اور انگریزوں کی شریف مکہ مکرمہ سے خفیہ سازش کا علم نہ تھا کہ دنیائے اسلام میں انگریز خلافت اسلامی ختم کر رہے ہیں اور ملک حجاز پر حکمران ہونا چاہتے ہیں۔ اس اندیشہ نے تمام دنیائے اسلام میں سخت ہیجان پیدا کیا۔ اور خاص ہندوستان میں تحریک خلافت کے نام سے ترکی کی مدد کے لئے چندہ جمع کیا جانے لگا۔ اور نوجوانوں کو ترکی فوج کی مدد کے لئے بھیجنے کی زبانی مہم زور شور سے چند دن جاری رہی۔ لیکن ترکوں کو یہ معلوم ہونے پر کہ عرب باغی ہیں اور ترکی کی حکومت نہیں چاہتے۔ اس لئے انھوں نے اپنی افواج کو ملک عرب سے خود نکال لیا کہ قابل احترام شرعی اہل عرب سے قتال و جدال نہ ہو اور انگریزوں نے ملک عرب کو عراق حجاز شام و لبنان و فلسطین و شرق اردن میں تقسیم کر کے فقط حجاز و عراق و شرق اردن کی حکومت شریف حسین اور اس کے فرزندوں کے حوالے کی اور شام و لبنان میں جمہوریت کا اعلان کیا۔ اور فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم کی۔ چونکہ حجاز پر مسلمانوں ہی کی

مت رہی لہٰذا تحریک خلافت ختم ہو گئی۔ اس تحریک کے ایام میں سیاسی لیڈر صاحبان
بڑے جوش سے تقاریر میں کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد مأتہ حاضرہ رضی اللہ عنہ نے بھی مسئلہ
خلافت اسلامیہ کے سبب اس تحریک میں بڑا حصہ لیا اور ملک میں دورہ در دورہ کر کے
خلافت کی حمایت فرمائی اور اپنی سیاسی غرض کے لئے اسلام دشمن گاندھی نے بھی تحریک
خلافت سے ہمدردی جتلا کر مسلمان سیاسی لیڈروں کو کانگریس میں داخل کر لیا۔ اور جب
تحریک خلافت کا خاتمہ ہوا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کروا کر انگریزی حکومت
سے ناراضگی کا اظہار کرنے کی تجویز پیش کی۔ تمام سیاسی لیڈر صاحبان کو علما نے اس تجویز
کو قبول فرمایا۔ اور مسلمانوں کو افغانستان کی ہجرت اختیار کرنے کا مشورہ تقاریر اور اخبارات
کے ذریعے دینا شروع کیا۔ لیکن اعلیٰ حضرت مجاہد ملت شیر پنجاب و ہندوستان امیر الملت
علی پوری رضی اللہ عنہ نے تن تنہا اس تجویز کی کھلم کھلا مخالفت کی اور ہزاروں سرحد و
پنجاب کے مسلمانوں کو جو ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے روکا۔ آپ فرماتے کہ ہندو مرے تو جلا
کر خاک کیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں اڑ جاتی ہے یا پانی میں بہہ جاتی ہے۔ لیکن اگر مسلمان
فوت ہو تو دو گز زمین تا قیامت اس کی جاگیر ہو جاتی ہے مسلمانوں ہجرت نہ کرو۔ آپ
کا وطن آپ کا جدی ورثہ ہے۔ اور دو گز زمین آپ کی وفات کے بعد تا قیامت آپ
کی جاگیر بن جاتی ہے۔ اسے ہاتھ سے جانے نہ دو۔ تاہم تخمیناً تین لاکھ مسلمان اپنے گھر بار
دکانیں مزروعہ وغیر مزروعہ زمینیں فروخت کر کے افغانستان کوچ کر گئے۔ لیکن ایک ماہ
کے اندر افغانی فوج نے ان سب کو قید کیا اور سرحد پشاور پر خانماں برباد حالت میں
لا کر چھوڑا اور وہ تباہ حال بے یار و مددگار وطن لوٹے اور سیاسی لیڈر صاحبان پر اعلیٰ حضرت
آل نبی مجدد مأتہ حاضرہ کی فراست مومنانہ ظاہر ہوئی۔ اور وہ آپ کی روحانی بصیرت
کے قائل ہو کر داد دینے پر مجبور ہوئے۔

# شاردا ایکٹ

۱۹۲۹ء میں ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی کے ایک ہندو رکن پنڈت ہرولاس سارڈا نے ایک قانون پیش کیا کہ اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکوں اور بارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی ممنوع قرار دی جائے اور اگر کوئی ایسی کم عمر والوں کی شادی کرے تو اس پر فوجداری مقدمہ دائر کر کے سزا دی جائے۔ مسلمان اراکین اسمبلی کی یہ ترمیم کہ اہل اسلام کو اس قانون سے مستثنیٰ رکھا جائے نامنظور ہوئی۔ اور قانون جاری ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امیر ملت حامی شریعت مجدد مأتہ حاضرہ نے علانیہ اس قانون کی خلاف ورزی شروع کی۔ اور اپنے متوسلین کے صدہا خاندانوں میں ایسی شادیوں کا عقد نکاح آپ نے پڑھایا اور ان تمام نکاحوں کی خبر روزانہ اخبارات میں شائع کرائی۔ آں والا جناب طاب ثراہ کی اس غیر شرعی قانون کی روحانی جرأت سے، عملی مخالفت کا اثر سیاسی لیڈر مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر چند مشائخ و علما پر ہوا اور انھوں نے بھی کم عمر والوں کی شادیاں علانیہ کیں۔ الحمد للہ آپ کی روحانی قوت و توجہات مبارکہ سے کسی مسلمان پر اس قانون شکنی کا کوئی مقدمہ نہ ہوا۔ فللہ الحمد اس غیر شرعی قانون کے متعلق بعض مشائخ کے رد عمل کی ایک مثال کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ شہر کڈپہ (صوبہ مدراس آندھرا) کی شہیری قادری درگاہ کے ایک عالم و فاضل بزرگ سجادہ نشین صاحب نے ۱۹۳۵ء میں جب اپنے سولہ سالہ صاحبزادہ کا نکاح اپنے برادر محترم کی دس سالہ دختر سے کرنا چاہا تو خوف قانون سے ساحل مدراس پر فرانس کے مقبوضہ شہر پانڈی چری میں جا کر کیا۔ اور واپس تشریف لائے۔ مذہبی کاموں میں سزا یا قید کا خوف نہ کرنا اور خلاف شریعت قانون کی کھلی مخالفت کی قیادت کرنا حضرت امیر ملت آل نبی مجدد مأتہ حاضرہ ہی کا حق تھا، مرحبا! صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا محمد و آل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

# مسجد شہید گنج

جولائی ۱۹۳۵ء میں شہر لاہور میں شہید گنج نامی قطعۂ زمین کا مسئلہ پیدا ہوا۔ بقول اہل اسلام اس قطعہ پر مسجد اور قبریں تھیں۔ اور یہ ویران ہوگئی تھیں۔ کسی مسلمان نے اس کو اپنی ملک ظاہر کر کے سکھوں کو وہ زمین فروخت کر دی تھی۔ سکھوں نے اس قطعہ زمین پر اپنا (گردوارہ) بنانا چاہا۔ اس پر لاہور کے مسلمان مشتعل ہوئے۔ اور اس زمین سکھوں کو بے دخل کرنے کے لئے۔ اخبارات اور تقاریر کے ذریعہ زور شور سے پروپیگنڈا شروع کیا۔ جس کا اثر پنجاب کے سب مسلمانوں پر ہوا۔ اور پنجاب کے ہر شہر میں جلسے اور جلوس شروع ہوئے۔ اور انگریزی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اس زمین کو سکھوں کے قبضہ سے آزاد کرایا جائے اور مسلمانوں کے حوالے کیا جائے۔ اعلیحضرت امیر ملت سیدی مجدد قرن رابع عشر محدث علی پوری عطر اللہ مرقدہٗ نے بھی فوراً اس جدوجہد میں پیش قدمی فرمائی۔ ملک کے طول وعرض میں جابجا تشریف لے جا کر وعظ فرمانا شروع کیا اور مسلمانوں پر واضح فرمایا کہ مسجد کی زمین خدانخواستہ اگر وہاں مسجد کی عمارت باقی نہ رہے تب بھی تاقیامت مسجد ہی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس زمین کو سکھوں کے قبضے سے واگزار کرائیں۔ اس سلسلے میں یکم ستمبر ۱۹۳۵ء کو ایک بڑا شاندار جلسہ جس میں تقریباً بیس ہزار مسلمان شامل تھے مسجد انگور شہر راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ جن میں ہر فرقہ کے مسلمان، ہر طریقہ کے مشائخ، ہر عقیدہ کے علماء و سیاسی لیڈر و کارکن حضرات شامل تھے۔ اس جلسہ میں تحریک پیش کی گئی کہ ایسے نازک موقع پر قوم ایک امیر مقرر کرے تاکہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اس مجمع میں متفقہ طور پر اعلیحضرت علی پوری رضی اللہ عنہ کو بلا مقابلہ امیر ملت چنا گیا۔ جس پر ہزاروں مسلمانوں نے بیک آواز پیر سید جماعت علی شاہ زندہ باد وامیر ملت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند کرکے اپنی عقیدت کا ثبوت دیا۔ آپ نے اس تحریک کے جواب میں جلسہ میں دعا مانگی۔ یا اللہ میں بوڑھا ناتوان وضعیف ہوں۔ قوم نے مجھ پر یہ بوجھ ڈالا ہے۔ اس خدمت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور مجھے ہمت وطاقت عطا فرما۔ اس خدمت کے لئے آپ نے فوراً

آفتاب عالمتاب ہندوستان کے اکثر بیشتر حصوں کا دورہ فرمایا اور ہر جگہ مسئلہ شہید گنج کی اہمیت سے عوام کو آگاہ کیا۔ اور بحیثیت امیر ملت حکم دیا کہ بتاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۳۵ء تمام نوجوان مسلمان لاہور و سرحد بمقام شاہی مسجد لاہور بعد نماز جمعہ جمع ہوں اور یہاں سے دہلی دروازہ تک ننگی تلواریں لیے پرامن جلوس کی صورت میں روانہ ہوں اور پھر منتشر ہو جائیں۔ (ان ایام میں تمام پنجاب میں صرف سکھوں کو تلوار کے استعمال کی اجازت تھی مسلمان ہندو اور عیسائی وغیرہ بغیر لائسنس تلوار رکھنے کے مجاز نہ تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امیر ملت نے وائسرائے سے مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی عام اجازت دلوائی) اس جلوس میں شامل ہونے کے لیے تاریخ مقررہ سے ایک دن پہلے ہی بیرون جات سے شہر لاہور میں لاکھوں نوجوان مسلمان پہنچ گئے۔ اور دوسری صبح ان کے علاوہ شہر لاہور کے دو لاکھ نوجوانوں کا جلوس نکلنے والا تھا پنجاب کے انگریز گورنر کے پاس یہ مسئلہ پیش ہوا کہ پانچ چھ لاکھ مسلمان نوجوانوں سے تلواریں چھین لیں یا ان پر فوج گولی چلائے یا ان کو چپ چاپ قانون شکنی کرنے دیں۔ چنانچہ تاریخ و وقت مقررہ پر یہ شاندار جلوس جس میں تخمیناً سات یا آٹھ لاکھ جوشیلے نوجوان اور عمر رسیدہ مسلمان بھی شامل تھے۔ شاہی مسجد سے دہلی دروازہ تک پرامن طریقے سے پہنچ کر منتشر ہوا۔ اس دو میل لمبے راستے میں پیدل چلنے سے معذور حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ایک کھلی کار میں شمشیر بدست جلوس کی قیادت فرمائی۔ تمام سکھ مرعوب ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ گورا فوج جلوس کے راستے میں اہم مقامات پر قیام امن کے لیے کھڑی رہی۔ آپ کے علم کے زیر سایہ ہر عقیدہ کے کلمہ گو اہل اسلام کا اتنا اجتماع اور ایسا کامیاب جلوس آپ کا ایک تاریخی یادگار شاہکار ہے۔ اس کامیاب مظاہرے کے بعد پنجاب کے انگریز گورنر سے لاہور کے تمام ممتاز شہریوں نے اراضی زیر نزاع کے سلسلے میں باضابطہ دعویٰ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ اور ہائی کورٹ میں دعویٰ دائر کیا۔ ہائی کورٹ کے دو انگریز ججوں نے سکھوں کے حق میں اور ایک مسلمان جج جسٹس۔ دین محمد صاحب نے جو بعد میں پاکستان فیڈرل کورٹ کے چیف جج مقرر ہوئے، مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل لندن میں اپیل کی گئی۔ یہاں بھی فیصلہ سکھوں کے حق میں ہوا۔ اور زمین سکھوں کے قبضہ میں برائے نام رہی۔ لیکن اعلیٰ حضرت امیر

آقائے عالم تاب
یہ روحانی ہے مسلمانوں کا رعب سکھوں پر ایسا مسلط رہا کہ اس زمین پر کسی نے عمارت بنانے کی جرأت نہیں کی۔ اور زمین خالی پڑی رہی۔

# مساکینِ مدینہ منورہ کی امداد

۱۹۳۹ء کے اواخر میں جنگ عظیم ثانی شروع ہوئی۔ ۱۹۴۱ء کے وسط میں حاجی غلام حسین صاحب جماعتی میسوری مہاجر مدینہ منورہ معہ اہل و عیال وطن واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ بسبب جنگ حجاز کی طرف جہازوں اور کشتیوں کی آمد و رفت بہت کم ہو گئی ہے۔ سامان خورد و نوش کا قحط ہے اور خصوصاً مدینہ منورہ میں بے حد گرانی ہے اور بہت لوگ پریشان ہیں۔ یہ سنتے ہی مجدد ماتہ حاضرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں جذبۂ عشق موج زن ہوا۔ آپ نے اپنے خلفاء کو مدینہ فنڈ کے نام سے چندہ وصول کرنے اور مدینہ منورہ روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اور خود بھی چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ تا اختتام جنگ کئی لاکھ روپیہ مدینہ منورہ بذریعہ تاجران بمبئی عبداللہ بھائی عبدالقادر صاحبان ارسال فرمایا۔ بنگلور سے نیازمند نے اور میسور سے حاجی غلام حسین خاں صاحب اور حیدر آباد دکن سے نواب غازی یار جنگ نے بھی چندہ جمع کر کے ماہ بماہ مدینہ منورہ ارسال کیا۔ اور آپ کے دیگر خلفاء نے بھی یہ خدمت انجام دی۔ نیازمند کا ایمان ہے کہ میری خدمت کا یہی صلہ ہے کہ اسباب ہجرت مدینہ منورہ پیدا ہوئے اور سعادت ہجرت نصیب ہوئی ہے۔ فللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً۔

# تحریک پاکستان کی عملی تائید

۱۹۴۵ء کے بعد یعنی جنگ عظیم ثانی کے اختتام پر جب ہندو سیاسی جماعت آل انڈیا کانگریس نے بڑے زور وشور سے انگریزی حکومت سے پوری آزادی کا مطالبہ شروع کیا تو قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کی سیاسی قیادت فرماتے ہوئے انگریزوں اور ہندوؤں سے ایک نئی آزاد مملکت اسلامیہ کا مطالبہ شروع کیا۔ حضرت مجدد رابع عشر قدس سرہ ان دنوں اگرچہ بہت ہی ضعیف وناتواں ہو چکے تھے۔ اور عمر شریف بھی سو سال سے تجاوز کر چکی تھی اور سوزش پیشاب کے مرض کے سبب علیل بھی ہو جایا کرتے تھے۔ نئی مملکت پاکستان کے قیام پر سفر وحضر میں قیل وقال میں مسلمانوں کو تحریک پاکستان کی تائید پر آمادہ فرماتے رہے اس سلسلے میں پنجاب کے با اثر مسلمان وزیر اعظم خضر حیات خاں اور سندھ میں "سید پارٹی" اور بنگال و بہار میں ابوالکلام آزاد و ڈاکٹر سید محمود اور یوپی میں سیاسی لیڈر رفیع احمد قدوائی اور علماء ومشائخ نے اس اسلامی مملکت کی سخت مخالفت شروع کی اور کانگریس اور ہندوؤں کے طرف دار رہے ان کا خیال خام تھا کہ پاکستان ہرگز نہ بن سکے گا۔ لیکن جدھر حضرت مجدد قرن رابع عشر تشریف فرما ہوتے تھے اپنے مواعظ وبیانات میں مسلمانوں کو ایک چبھتا ہوا دل نشین فقرہ سناتے اور مخاطب فرماتے "مسلمانو! دو علم ہیں۔ ایک کفر کا ایک اسلام کا۔ بتاؤ کس علم کا سایہ پسند کرتے ہو۔ یہ تنہا جملہ جب آپ کی مبارک زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتا فوراً اپنا اثر دکھاتا۔ مخالفین پاکستان کو بھی پاکستان کی طرف داری پر مجبور کر دیتا اور وہ پاکستان کی حمایت کا حلف اٹھاتے۔ آپ ضعف وپیرانہ سالی کے باوجود کرسی پر تشریف فرما ہو کر گھنٹوں وعظ فرماتے اور آیۃ شریفہ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ کی تفسیر بھی اس انداز سے سناتے کہ لوگ کانگریس سے دست بردار ہو کر جوق درجوق مسلم لیگ میں شامل ہوتے۔ علاوہ ازیں پنجاب وسرحد کے با اثر مشائخ وعلما سے ملاقاتیں فرما کر انھیں تائید پاکستان کے میدان میں لے آئے۔ جب ووٹ ڈالنے کے دن قریب آئے تو پنجاب کے چالاک وزیر اعظم نے چند لالچی مولویوں کو اپنا طرف دار بنا کر ان سے زور شور

کے دورے تمام علاقہ پاکستان میں کرائے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت ممدوح رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں، پوتوں کو جو سب حافظ و عالم دین و واعظ ہیں اور اپنے کثیر خلفاء کو گاؤں گاؤں تمام مسلمانوں کو پاکستان کی تائید میں ووٹ دینے پر آمادہ کرنے اور ان سے عہد لینے کی غرض سے روانہ فرمایا اور نہایت دلیری سے بدستخط خود ایک اعلان جاری و شائع فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان پاکستان کے لئے ووٹ نہ دے تو اس کو اور اس کے اہل و عیال کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کیا جائے۔ ہند کے دوسرے صوبوں کے علاوہ خصوصاً پنجاب و سرحد میں جو نہایت عالی شان کامیابی مسلم لیگ کو ہوئی اس کا سہرا حضرت مجدد قرن رابع عشر رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین اور آپ کی اولاد امجاد اور دیگر مشائخ و علما کے سر ہے۔

مسلم رائے عامہ کو ہموار کرکے پاکستان کی حمایت کرنے کے لئے جو مخلصانہ کوششیں حضرت اقدس مجدد قرنِ رابع عشر قدس سرہ نے بھی اور قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ نے سرانجام دیں وہ ہر تعریف سے مستغنی ہیں۔

# قائدِ اعظم کی اعانت

بتاریخ ۲۶ر جولائی ۱۹۴۳ء خاکسار پارٹی کے ایک کارکن نے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی گردن پر چاقو سے حملہ کرکے زخمی کیا تو حضرت مجدد قرن چہاردہم نور اللہ مرقدہ نے حیدرآباد دکن سے قائد اعظم کے نام ایک ہمدردانہ ہمت افزا، پرخلوص خط جس میں جلد کامل صحت کے لئے دعا کی گئی تھی، بمعہ چند تبرکات ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام ہے۔ لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس کی وجہ سے آپ کی پوری مدد کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہوں، میں اور میرے تمام متوسلین آپ کے معاون اور مددگار رہیں گے۔ آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

دین کی ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ اب خاکسار کا یہ حملہ جو آپ پر ہوا ہے۔ آپ کی کامیابی کی فال نیک ہے۔ الحمد للہ کہ انگریزی حکومت اور کانگریسی لیڈروں کے ساتھ مشاورتی مجالس میں خداداد سیاسی واناتی کے ساتھ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد سے اور حضرت مجدد ملت حامد نور اللہ مرقدہ کی تمام ہندوستان اور خصوصاً سرحد و پنجاب میں روحانی توجہ کے ساتھ مسلسل کوشش سے کرۂ زمین پر ایک نئی خداداد اسلامی مملکت قائم کر دی۔ فللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً۔ انشاء اللہ یہ خداداد مملکت تا قیامت قائم رہے گی۔

اس سلسلے میں نہایت افسوس اس بات کا ہے کہ کانگریس کے نمک خوار بعض مسلم سیاسی لیڈر صاحبان اور پنجاب کے وزیراعظم خضر حیات خاں کے بعض چاپلوس علماء اور صوبہ یو۔ پی کے اکثر مشائخ و علمائے پاکستان کے قیام کی ناحق مخالفت کی اور ظلم اسلام کے سایہ پر ظلم کفر کے سایہ کو ترجیح دی۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

واعظ ما چشم بر بت خانہ دوخت
مفتیٔ دین مبین فتویٰ فروخت

ان میں سے بعض علماء و مشائخ کا یہ خیال رہا کہ چونکہ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نسلاً شیعہ تھے۔ اور شیعہ کی قیادت قبول کرنا اہل سنت والجماعت پر حرام ہے۔ اس لئے جمہور اہل سنت والجماعت کو مملکت اسلامی کے حصول کی غرض سے شیعہ قائد کی تائید ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست

یہ ایسی ہی بات ہے کہ ہم بدترین دشمن اسلام ابوجہل ملعون کے فرزند حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو جو خود بدر، احد، وخندق کے غزوات میں حملہ آور کفار قریش میں تھے۔ اور بعد میں اسلام قبول فرمایا۔ کیا ہم کافر ہی تصور کرتے رہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ اور فقط اس سبب سے کہ وہ کافر کی اولاد تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر کے آخری سالوں میں عقائد اہل سنت والجماعت قبول فرما لیا تھا۔ اور ان کی مشاورتی مجالس میں کوئی شیعہ عالم نہیں تھا۔ لیکن علمائے اہل سنت والجماعت ضرور تھے۔ نیازمند مولف کو علم ہے کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد جو پہلی عید الفطر کی نماز کراچی میں بندر روڈ کے مقام پر اہل سنت والجماعت کی قدیم عیدگاہ میں ہوئی۔ وہاں پہلی صف میں لاکھوں اہل سنت والجماعت کے ساتھ

حضرت [illegible] احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کے خلیفہ مولانا عبد العلیم صاحب
آفتاب عالمتاب
صدیقی میرٹھی کی اقتدا میں ادا کی۔ ان کی باقی تین عیدیں قبل وفات کراچی میں بحالت
علالت گزری ہیں۔ قائد اعظم کے جنازہ کی نماز، جماعت دیوبند و مدرسہ دیوبند کے
نائب ہو کر پاکستان میں تشریف لائے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی اور تقریباً
پانچ لاکھ اہل سنت والجماعت نے پڑھی۔ شیعہ جماعت کے کثیر لوگ ایک سیاہ علم لے
میدان نماز تک آئے تھے۔ لیکن شامل نماز نہیں ہوئے۔ اس کا ایک چشم دید گواہ خود
نیازمند ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں جہاں مالکی شافعی مسلمان ہیں۔ حتیٰ کہ حرمین
الشریفین میں حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ان کو یہ شرف
پاکستان کی خدمت کے سبب سے حاصل اور اس کی بدولت وہ ولی اللہ ثابت ہوئے
ہیں۔ کراچی میں ان کا مزار صبح و شام مرجع خاص و عام ہے۔ زن و مرد و اطفال ان کے
وسیلے سے مرادیں پا رہے ہیں۔

ہندوستان و پاکستان میں مغل شہنشاہوں کے علاوہ دیگر سلاطین کی قبریں تاحال موجود
ہیں۔ لیکن ان کی زیارت کو سیر و سیاحت یا سیاست کی غرض سے ملک و حکمران نہیں
جاتے۔ مگر قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت پاکستان میں تشریف لائے ہوئے
تمام شاہان و صدور ممالک جمہوریہ بڑی خوشی اور خوش اعتقادی سے کرتے ہیں اور مزار
پر پھول بھی چڑھاتے ہیں۔ اور ان میں جو مسلمان ہیں۔ وہ فاتحہ بھی پڑھتے ہیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ان شواہد کے باوجود جو لوگ اپنے حسد میں تاحال قائد اعظمؒ کو کافر سمجھتے ہیں۔ کہ
برایں عقل و دانش بباید گریست ان کے حق میں شاعر کی یہ دعا ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنج است
کہ از مشقت آں جز بہ مرگ نتواں رست

بلکہ صدق دل سے ہماری دعا ہے۔ کہ ان کو عقل و فہم سلیم دے۔ اور ان کو ہدایت
فرما دے کہ مومنوں کو کافر نہ سمجھیں۔ کیونکہ دیدہ و دانستہ مومنوں کو کافر سمجھنے سے وہ خود
کافر ہو جاتے ہیں۔ اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا و عذاب الآخرۃ حضرت

آفتاب عالم تاب ... آزاد اسلامی مملکت کے سر
قائد اعظم کو کا فر قرار دے کر ان کی قیادت میں ایک نئی آزاد اسلامی مملکت کے
قبول کئے ہوئے تمام مومنوں کو اور کراچی شہر میں ان کی نماز جنازہ میں شامل ہوئے
والے پانچ لاکھ اہل سنت والجماعت کو اور دنیا بھر کے بے شمار بلاد و امصار میں اور
حرمین شریفین میں اُن کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کرنے والے تمام مسلمانوں کو کافر بنانے
والے یعنی علم اسلام کے سایہ پر کفر کے سایہ کو ترجیح دینے والے مٹھی بھر ہندوستانی
علماء و مشائخ کے حق میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر خوب صادق آتا ہے ؂

واعظ ما چشم بربت خانہ دوخت
مفتیِ دینِ مبین فتویٰ فروخت

## ریاست میسور میں خدمتِ دین۔ وہاں کے مخالفوں پر صبر و توکل سے بے نظیر کامیابی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ؕ

ظاہر ہے۔ کہ جہاں پھول ہوتے ہیں۔ وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد قرن رابع عشر کے ایام عنفوان شباب سے تادم واپسیں برصغیر ہند میں بعض ایسے مشائخ و علما بھی ہوتے ہیں۔ جن کے قلوب میں شیطان نے حسد کے تخم بوئے ہندوستان کے بعض مشائخ و علما کو خصوصاً آپ سے حسد رہا۔ عوام المسلمین میں باوقار شہرت اور دیگر علماء و مشائخ میں آپ کی قدر و منزلت کی تاب نہ لا کر ہر قسم کی حیلہ سازی سے آپ کی مخالفت کی گئی۔ لیکن "جواب جاہلاں باشد خموشی" کے زریں اصول پر آں عالی جناب نے اُن کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ فرمائی۔ اور ان کے کسی پروپیگنڈے کے رد میں نہ کچھ لکھا اور نہ کوئی اعلان کیا۔ جب کوئی مخالفین کے متعلق کوئی ذکر آپ کے سامنے کرتا۔ تو فرماتے۔ "جب ہاتھی چلتا ہے۔ کتے بھونکتے رہتے ہیں۔ ہاتھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ ہاتھی کا کچھ نہیں بگڑتا" باوجود مخالفین کی مخالفت کے آپ کے ... تا وصال تک بھی آپ کی بیعت کرنے والوں کی کثرت بڑھتی رہی۔

۱۹۰۶ء میں حجاز میں اونٹوں کے سفر پر حج و زیارت کی چھ ماہ کی وطن سے غیر حاضری کے بعد سفر واپسی پر کوہ نیلگری صوبہ مدراس کے بعض حاجی صاحبوں کی پر اصرار دعوت پر بمبئی سے سیدھے ۱۷ رجون ۱۹۰۶ء کو نیلگری تشریف فرما ہوئے۔ بالکل قلیل مدت

میں وہاں کے لوگ بہ کثرت آپ کے مرید ہوئے۔ اہالیان شہر میسور کی دعوت پر آپ آفتاب عالم تاب نیگری سے شہر میسور رونق افروز ہوئے۔ جہاں بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے میسور میں ایک ماہ کے قیام کے بعد شہر بنگلور دارالحکومت ریاست میسور میں رونق افروز ہوئے۔ اور وہاں تقریباً ایک سال قیام برکت انجام رہا۔ وطن مالوف علی پور شریف سے اتنی طویل غیر معمولی غیر حاضری کے دو سبب تھے۔

پہلا سبب بنگلور چھاؤنی کے قاضی سید عبدالغفار نامی اور ان کے رفیق پیر جیدر شاہ سیاہ پوش المعروف کالا پیر نامی کی آپ سے ناحق بے جا مخالفت اور وہ فقط اس خیال سے کہ بنگلور میں ان کا جو اثر و وقار تھا۔ وہ نہ گھٹے، ان دونوں نے مل کر متواتر بیسیوں اشتہار نکالے کہ آں عالی جناب اجازت حاصل کئے ہوئے پیر طریقت نہیں۔ حافظ قرآن نہیں۔ عالم دین نہیں۔ سید نہیں۔ مسمریزم کرتے ہیں۔ تو لوگ ان کے حلقہ ذکر میں بے ہوش ہوتے ہیں اور وہ بے ہوشی وجد صوفیانہ نہیں ہے۔ ان سے بچو۔ ان کے پاس نہ جاؤ۔ ان کے وعظ نہ سنو۔ ان کے مرید نہ ہو وغیرہ وغیرہ بنگلور میں طویل قیام کا دوسرا سبب آپ کے مواعظ حسنہ کا بیّن اثر تھا۔ جو عوام پر اور ہر دوست و دشمن پر یکساں آپ کا علم فقہ و احادیث و قرآن مجید و تفاسیر علم تصوف اور آپ کے عقائد دینی ظاہر کر رہا تھا اور آپ کا زہد و تقویٰ بھی ہر ایک پر روز روشن کی طرح ظاہر تھا۔ جن کے نتیجہ میں بلاناغہ ہر روز مابین مغرب و عشا آپ کے حلقہ طریقت میں بیسیوں لوگوں کا دور و دراز مقامات سے کشاں کشاں حاضر ہو کر داخل ہوتے رہنا مذکورہ دو بدتر از جہلا ملاؤں کی مخالفت اور روزانہ نزدیک و دور سے تشنگان راہ نجات گم خردی کا جوق در جوق آپ سے فیضیاب ہوتے رہنا یہی اسباب تھے۔ جنہوں نے آں جناب اقدس کے قیام بنگلور کو خوب طویل کر دیا۔ آپ نے بنگلوری ملاؤں کے اشتہارات کا نہ کوئی جواب شائع کیا۔ نہ کسی وعظ میں ان کی مخالفت میں کچھ کہا۔ فی الحقیقت آپ کی حقانیت اور ملاؤں کی بے جا مخالفت ہی عوام کو آپ کی طرف متوجہ کرتی رہی۔ عوام اشتہارات کے جھوٹ اور آپ کی حقانیت سے آگاہ ہو کر بکثرت فیضیاب ہوئے۔ ملاؤں کے اشتہارات کی سیاہی نے ملاؤں کے منہ کالے کئے۔ اور مجدد ماتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعًا کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ اور پونے چودہ سو سال بعد سورۃ شریفہ:۔

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۔ کا فیضان ارض بگوڑہ پر ظاہر ہوا۔ اور حضرت اقدس آل نبی مجدد قرن رابع عشر رضی اللہ عنہ بر متابعت حکم الٰہی جوق در جوق مومنوں کا آپ کے دستِ حق پرست پہ توبہ کرنے اور عقائد و اعمال اہل سنت والجماعت پہ استقامت حاصل کرنے کا شکر الٰہی بجا لاتے ہوئے ان سب کی مغفرت کے لئے دعا گو رہے۔ مولانا رومؒ سے

بزیر کنگرۂ کبریاش مردانند
فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر

# متفرق خدمات آلِ نبی سیدی مجدد قرن چہاردہم رضی اللہ عنہ

اپنی عمر شریف کے ایک سو اٹھارہ سال میں آپ نے اسّی سال سے زیادہ مدت خدمت شریعت و طریقت میں ادا کی ہے۔ اور پچاس لاکھ سے زیادہ آپ کے مرید ہوئے۔ پاکستان۔ ہندوستان میں ہونے کے علاوہ مشرق میں انڈونیشیا (جاوا) ملایا، برما جنوب میں موربن (افریقہ) مغرب میں انگلینڈ سوئٹزرلینڈ مراقش و ٹریپول اور شمال میں سمرقند و بخارا میں آپ کے مرید بکثرت ہیں۔ جن میں اکثر نے آپ کے ایام قیام حرمین شریفین میں آپ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ سیلون۔ افریقہ عدن و حضرموت کے بعض مرید گاہے بگاہے آپ کے وطن علی پور شریف میں بھی حاضر ہوتے رہے۔

ہندوستان و پاکستان کے تمام صوبوں میں اور نوابوں راجاؤں کی سابق ریاستوں میں آپ کے مرید بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے صدہا خلفاء مجاز ہوئے ہیں۔ جنھوں نے ہزارہا کی تدریس و تلقین کی ہے۔ آپ کے خلفاء طریقت میں چند ایسے مرشدانِ طریقت بھی ہیں۔ جن کو آبائی ورثہ میں خلافت طریقت حاصل رہنے کے باوجود آپ کی مزید بیعت کا شرف حاصل کرنے کی تمنا تھی جیسے (۱) حضرت حافظ پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی (۲) حضرت علامہ سید محمود شاہ صاحب حویلیاں (ہزارہ)

حضرت پیر ولی محمد شاہ صاحب ... (رحم) حضرت پیر علیہ عاقل شاہ رحمۃ اللہ
علیہ ریاست میسور وغیرہ۔

# تعمیر مساجد و خانقاہ و سرائے

حضرت قبلہ عالم مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ عنہ نے علی پور شریف میں پُرانی
مساجد اپنے صرف خاص سے از سرِ نو تعمیر کرائیں۔ اور دیگر چار مساجد کی تعمیر بھی
اپنے خاص صرف سے فرمائی۔ ان میں ایک مسجد نور کہلاتی ہے۔ جو حقیقت میں نور علیٰ
نور ہے۔ کہ تمام مسجد سنگ مرمر سے تیار ہوئی ہے۔ اور دریچے و دروازے سیاہ شیشم
اور صندل کی لکڑی سے بنائے ہیں۔ اور ہاتھی دانت سے منقش و مزین کئے ہوئے
ہیں۔ اس مسجد کے ساتھ ملحق ایک عالی شان کُتب خانہ ہے۔ جس میں قدیم نایاب کتب
بھی ہیں۔ اور جدید کُتب دینی بھی اس مسجد کی تعمیر پر جو چودھویں صدی کے پہلے
ربع کے اواخر میں ہوئی۔ دو لاکھ سے زیادہ روپیہ صرف ہوا ہے۔ آج ایسی مسجد
دس بارہ لاکھ سے کم میں تیار نہ ہو سکے گی۔ ریلوے اسٹیشن علی پور شریف کے پاس
جو قصبہ (نگاؤں) سے ڈیڑھ میل دور ہے۔ ایک مسجد معہ سرائے تعمیر فرمائی ہے۔ ہر
مسجد کے پاس وضو کے لئے نل لگائے ہیں۔ دریائے جہلم کے پہاڑی ساحل پر مقام
کھنبل ایک مسجد معہ سرائے تعمیر فرمائی ہے۔ شہر میسور میں پُرانی مسجد اعظم و
پُرانی مسجد چامراج پیٹ کی جگہ جو نئی شان دار مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ وہ
بھی اور شہر اننت پور (صوبہ اندھرا) میں محلہ پولیس اسکول کی جدید مسجد آپ کی
یادگاریں ہیں۔ آپ کی عمر شریف کے آخری سال شہر نارووال میں آپ نے ایک
نئی مسجد کی تعمیر شروع کی۔ شہر سیالکوٹ میں ایک سرائے تعمیر فرمائی۔ عرس شریف اور
دیگر اوقات میں زائرین علی پور شریف کے قیام کے لئے چار بڑی حویلیاں بطور خانقاہیں
تعمیر فرمائی ہیں۔ جو باب رحمت (نور منزل) اختر منزل و بشیر منزل کہلاتی ہیں۔

# مدرسہ دینیہ

تعلیم قرآن مجید و جمیع علوم دین کے لئے مدرسہ دینیہ درگاہ شریف میں بنام مدرسہ نقشبندیہ جاری فرمایا ہے۔ جو نصف صدی سے خدمت تعلیم علوم شرعیہ و قرآن مجید بجالا رہا ہے۔ اس مدرسہ سے صدہا حفاظ قرآن مجید و علماء دین فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ طلباء مدرسہ کے قیام و طعام و پوشاک وغیرہ تمام اخراجات کی کفیل آپ کی درگاہ شریف ہے۔

# یتیموں پر خاص شفقت

یتیموں پر آپ بے حد شفقت فرماتے، نزدیک بٹھلاتے اور ان کی پرورش و تعلیم کے لئے حسب مقدور اُن کے والیوں کو اگر وہ حاجت مند ہوں۔ شاہانہ عطیات مرحمت فرماتے۔ ہر حج و زیارت مدینہ منورہ کے وقت حرمین شریفین کے یتیم خانوں کی مالی امداد فرماتے۔ مدینہ منورہ میں یتیم خانہ کی نئی عمارت کے لئے آپ نے کئی ہزار روپیہ عنایت فرمائے۔ ارباب یتیم خانہ نے نئی عمارت کے بعض حجروں پر آپ کے اسم گرامی کے کتبے لگائے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حجرے آنجناب عالی کے صرف سے تیار ہوئے تھے۔ لیکن چند سال بعد حکومت نے یہ کتبے نکلوا دیئے۔

# بے نظیر سخاوت

آپ کی سخاوت شہرۂ آفاق تھی۔ سفر و حضر میں ہر وقت ہر جگہ مستحق اور محتاج خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر زر مقصود سے اپنے دامن بھر کرے جاتے۔ کوئی اولاد کی شادی کے اخراجات کا سائل، کوئی مکان کی تعمیر کے اخراجات کا سائل، کوئی بوسیدہ مکان کی مرمت و ترمیم وغیرہ کے اخراجات کا سائل، کوئی بارِ قرض سے نجات حاصل کرنے کا سائل کوئی دور دراز یا سمندر پار وطن جانے کے لئے اخراجاتِ سفر کا سائل، کوئی نئی دوکان لگانے کا

طالب، کوئی سلائی کی مشین یا آٹا پیسنے کی مشین کی قیمت کا طالب، کوئی دینی کتب کی طباعت کے اخراجات کا سائل، کوئی فوجداری مقدمہ میں بریت حاصل کرنے کے لئے اخراجات کا سائل، کوئی دیوانی مقدمہ میں اپنا حق تلف نہ ہونے اور مقدمہ بازی کے اخراجات کا سائل، کوئی اپنے اہل و عیال کو فاقہ کشی سے بچانے کے لئے امداد کا سائل۔ الغرض بڑی بڑی رقوم کے سائل آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ خواہ وہ آپ کے مرید ہوں، یا نہ ہوں، واقف ہوں یا نہ ہوں۔ آں عالی جناب نور اللہ مرقدہٗ نے کسی سائل کو بے مراد واپس نہ فرمایا، بڑی فراخ دلی و فراخ دستی سے سب کی حاجتیں پوری فرماتے تھے بعض اوقات زر نقد پاس نہ ہوتا تو قرض بھی لے کر سائل کو عطا فرماتے، فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان حاجت مندوں کے لئے ہی فقیر کو دیتا ہے۔ اور فقیر ان کو دے دیتا ہے۔ اور سخاوت کے متعلق ہمیشہ آپ یہ فرمایا کرتے تھے۔ "ہم دے کر خوش ہوتے ہیں، دوسرے لے کر خوش ہوتے ہیں"۔

# ختامِ مسک

اگرچہ حسن فروشاں بہ جلوہ آمدہ اند
کسے بہ حسن و ملاحت بہ یار ما نہ رسد

اس چودھویں صدی میں دنیائے اسلام میں خصوصاً ہندوستان و پاکستان میں بعض دینی سی خدمات پر بعض علماء و مشائخ کو ان کے شاگردوں، مریدوں، حواریوں نے بڑے بڑے عالی شان خطابات دیئے ہیں۔ لیکن ان میں کسی کی خدمات برائے تحفظ و ترقی دین بمقابلہ خدمات اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ نور اللہ مرقدہٗ جو اس کتاب میں بیان ہوئی ہیں۔ کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ نیازمند مؤلف کا دعویٰ ہے۔ کہ اس صدی ہجری میں نہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں بلکہ تمام دنیائے اسلام میں ایسی اور اتنی جلیل القدر خدمات قوم و ملت کسی عالم کسی شیخ طریقت کسی امیر کسی بادشاہ کسی دوسرے ولی نے سرانجام نہیں دیں۔ اسی سال سے زیادہ مدت تک قرآن مجید و احادیث شریفہ مع تفاسیر وغیرہ سنا سنا کر کروڑوں بے نمازی مسلمانوں کو نمازی بنایا۔ لاکھوں کو طریقت کے اذکار کے ذریعہ راہِ نجات پہ پہنچایا۔ ہزارہا مرتدین اسلام کو اور بدعقیدہ مبلغین کو شکست فاش

دے کر پھر داخلِ اسلام فرمایا۔ لاکھوں مسلمانوں کو تباہ کن ہجرت افغانستان سے روکا۔ غیر شرعی قانونِ ازدواج کا دلیرانہ کھلم کھلا مقابلہ فرمایا۔ مسجد شہید گنج کے معاملے میں اسلام اور مسلمانوں کا رعب سکھوں اور اربابِ حکومتِ انگریزی پر خوب بٹھایا۔ انگریز اور ہندو دونوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے بے نظیر اور کامیاب جہاد انگریزی حکومت اور ہندو کانگریس اور غدار مسلمانوں کے مقابلے میں فرما کر نئی سلطنتِ پاکستان کو عالم وجود میں لائے۔ عقائد بد کے خلاف تادمِ واپسی مشغول جہاد رہ کر بے شمار لوگوں کو اُن کے کافرانہ عقائد سے تائب فرمایا۔ لاتعداد مُشرک ہندو و عیسائی کو داخل اسلام فرمایا۔ یتیموں اور یتیم خانوں کی دائمی مدد فرماتے رہے۔ اور بے شمار دینی مدارس جاری فرمائے یہ تمام ایسی جلیلہ اور جمیلہ و نبیلہ خدمات برائے تحفظ دین اور ترقی دین اور عزت دین ہیں۔ کہ خطابات امیر الملّت اور مجدد مأتہ حاضرہ کے مصداق آپ ہی ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ عالی شان القاب وخطابات کے لائق آپ ہی کی ذات گرامی دنیائے اسلام میں ہے۔ آپ جنت الفردوس میں بھی اعلیٰ مقامات اور رحمت الٰہی سے سرفراز ہیں۔
فدائے روحی ؎

چوں غلام آفتابم ہمہ از آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

---

# ضمیمہ

# آپ کے بعض صفات ظاہرات و باہرات

گو یہ کتاب عالی جناب اقدس رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات نہیں ہے۔ لیکن اس رسالہ کو مطالعہ فرمانے والے غیر برادرانِ طریقت کو آپ کے بعض خصوصیات ظاہرات و باہرات سے آگاہ کرنا بے جا نہ ہوگا۔

آپ ہمیشہ شب بیدار رہتے تھے۔ اور سفر ہو یا گھر رات کے چوتھے حصے میں اپنے خادم کو جگا کر تمام اہل خانہ و مہمانوں اور درویشوں کو نماز تہجد کے لئے جگایا کرتے۔ نماز تہجد و نماز فجر کے درمیان بلا ناغہ حاضر الوقت تمام مریدوں کو اور نئے داخل سلسلہ طریقت ہونے والوں کو حلقہ ذکر میں بٹھا کر روحانی توجہ فرماتے۔ آپ کی توجہ کے اثر سے بعض لوگ بے ہوش ہو جاتے۔ آخر میں سب کو طریقت کے اسباق کی تلقین فرماتے۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ اور سب کو ہمیشہ باوضو رہنے کی تاکید فرماتے۔ اور خود باوضو رہنے کے باوجود ہر نماز کے وقت تازہ وضو فرماتے۔ تہجد کی نماز کے بعد چائے نوش فرماتے اور سب حاضرین کو بسکٹ اور چاء پلاتے۔ فرماتے سحری کی غذا میں برکت ہے سحری کھاؤ۔ آپ کی نیند کا وقت بعد نماز اشراق فقط ایک ڈیڑھ گھنٹہ عموماً ہوتا تھا۔ بعد نماز عصر دنیا کی کوئی بات نہ فرماتے۔ ختم ہائے شریف حضرات امام مجدد الف ثانی و امام محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما اور کچھ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ بعض اوقات نئے طالبین کو مابین مغرب وعشاء بھی داخل سلسلہ فرما کر تلقین فرماتے۔ ہندو اور دیگر مشرکوں کی پکائی ہوئی یا پانی ملائی ہوئی اشیاء کو حرام سمجھتے۔ اور دوسروں کو بھی اس کے استعمال سے سخت منع فرماتے۔

وطن میں گھر کا پکا ہوا کھانا تناول فرماتے۔ اور سفر میں سوائے آپ کے خادم باورچی کے باوضو پکائے ہوئے کھانے کے ۔۔۔۔ دوسرا کھانا کبھی تناول نہ فرماتے۔ بازار کے

کا سالن کبھی نہ کھاتے کہ نہ معلوم ذبح کرنے والا نمازی اور باوضو تھا یا نہیں۔ اور کس عقیدے کا تھا۔ قصبہ (دگاؤں) علی پور شریف میں کوئی قصاب کی دوکان نہیں ہے۔ اور وقتاً فوقتاً کوئی بیرونی قصاب دنبہ یا بچھڑا لاکر گوشت فروخت کرتا تو اس جانور کو آپ کے باورچی سے یا کسی صاحبزادہ سے ذبح کراتا تھا۔ تاکہ گوشت آنجناب رحمت اللہ علیہ کے گھر کے لئے بھی خریدا جا سکے۔ سفر میں جب بھی کوئی آپ کی دعوت کرتا۔ تو قاعدہ یہ تھا کہ آپ کا باورچی میزبان کے گھر پہنچا۔ میزبان جو کچھ اپنی مرضی سے حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کی دعوت کے لئے پیش کرتا، وہ پکاتا۔ بعض اوقات میزبان آپ ہی کے باورچی سے دنبہ یا بکرا ذبح کرواتا۔ سبز کدو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب غذا تھی۔ جہاں میسر ہوتا اس کا سالن ضرور آپ کے دسترخوان پر ہوتا۔ آپ ہمیشہ تمام مہمانوں کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے۔ آپ کے دسترخوان پر علماء و فضلاء۔ مشائخ۔ درویش۔ تونگر۔ فقیر۔ زمیندار، سرکاری عہدے داران۔ تاجران وغیرہ ایسے مل ملا کر بلا امتیاز رتبہ دنیاوی بیٹھتے، جیسے مسجدوں میں نماز کے لئے بلا امتیاز کھڑے ہوتے ہیں۔

# ادب و احترام و تقویٰ

آپ کی ذات والاصفات اسلامی آداب و اخلاقِ نبوی کا پیکر نورانی تھی۔ آپ والدین مکرمین اور برادر بزرگ کے احترام میں نہایت مبالغہ فرماتے ان کا ذکر نہایت ادب سے کرتے۔ اور اُن کو تعظیمی کلمات سے یاد فرماتے۔ اسی طرح اساتذہ کرام کی تکریم و تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے تھے۔ بزرگان دین۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام اور مشائخ عظام اور سادات عالی مقام کے احترام میں سعی بلیغ فرماتے۔ اور اپنے پیرزادوں کا بے انتہا ادب و احترام فرماتے۔ وہ اگر علی پور شریف تشریف لاتے۔ تو اُن کے قیام کا انتظام اپنے حجرے کے بالاخانہ پر فرماتے اور جب تک اُن کا قیام رہتا۔ ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور ان کی تواضع اور دلجوئی کے لئے انواع و اقسام کے پر تکلف کھانے تیار کرواتے۔ اور وقت رخصت نقد و جنس سے خاطر خواہ خدمت فرماتے۔ بزرگوں کے

علاوہ اپنے سے چھوٹوں دوستوں پر شفقت فرماتے ۔ ان کو کبھی حقارت آمیز انداز سے مخاطب نہ فرماتے تھے ۔ آپ آداب محفل کا بے حد لحاظ رکھتے تھے ۔ کبھی محفل میں پیر دراز نہ فرماتے تھے ۔ ہمیشہ دو زانو تشریف رکھتے تھے ۔ آپ کی مجلس سفر ہو ۔ یا حضر نماز تہجد کے بعد سے تبلیغ دین اور مسائل حق سے گرم رہتی تھی ۔ ہزاروں زائرین استفادہ فیض کے لئے حاضر ہوتے اور مختلف موضوعات و مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی ۔ آپ کی نشست ہمیشہ ایسی جگہ ہوتی ۔ کہ کسی کی طرف آپ کی پشت نہ ہو ۔ اور دو زانو بیٹھنا آپ کا معمول تھا ۔ بلکہ استراحت کے موقع پر بھی آپ گھٹنے موڑے رکھتے تھے ۔ مبادا کہ کسی قابلِ احترام وادب شے یا مقام کی طرف پیر (پاؤں) نہ ہوں ۔ خواہ ہزارہا ستر حائل ہوں ۔ بیماری میں اکثر طبیبوں نے چاہا ۔ کہ آپ پیر دراز فرمائیں ۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا ۔ اور تادم آخر یہی معمول رہا ۔

سمتِ کعبہ شریف اور سایۂ کعبہ شریف کا نہایت ادب فرمایا کرتے ، کعبۃ اللہ شریف کا طواف بھی ایسے وقت فرماتے ۔ کہ اس کا سایہ زمین پر نہ ہوتا ۔ کیونکہ آپ سایۂ کعبۃ اللہ شریف پر قدم رکھنا سخت بے ادبی خیال فرماتے ۔ یہی تعلیم آپ نے اپنے متوسلین اور ملنے والوں کو دی ہے ۔

آپ نے کبھی کسی غیر مسلم کا پکایا ہوا کھانا یا کوئی چیز تناول نہیں فرمائی ۔ اور اپنے متوسلین کو بھی تاکیداً منع فرمایا ۔ اسی طرح بے نمازی کا ذبیحہ اور پکایا ہوا کھانا بھی آپ تناول نہ فرماتے ۔ آپ کا کھانا پکانے والا خادم آپ کے ساتھ رہتا تھا ۔ جو پابند صوم وصلوٰۃ و تہجد گذار و متبع شریعت ہوتا تھا ۔ اسی طرح اپنے ملک میں مسلمان کاریگروں کا تیار کیا ہوا صابن استعمال فرماتے تھے ۔ غیر مسلم اور مشرک وغیرہ کا بنایا ہوا صابن آپ کو ہرگز منظور نہ تھا ۔ ان کے علاوہ آپ کا حجام اور دھوبی بھی مسلمان اور پابندِ شریعت ہوتا تھا ۔

آپ کی تعظیم سادات بے مثل تھی۔ آپ خود صحیح النسب نجیب الطرفین سید آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (دیکھو شجرہ نسب صفحہ عنوان کتاب ہذا)۔ سید بچہ یا بڑا عالم ہو یا امی، تونگر ہو یا غریب۔ حاکم ہو یا خادم۔ سب کی آپ یکساں تعظیم فرماتے تھے۔ جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے ایام میں حضرت نقیب الاشرف بغداد کے بھائی ہندوستان کی سیر کو تشریف لائے۔ ان کو احتراماً انگریزی حکومت نے تمام دوران سفر میں اپنا مہمان بنایا۔ صحیح یا غلط (واللہ اعلم) یہ شہرت ہو گئی کہ آپ انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ پس آپ جدھر تشریف فرما ہوتے۔ کسی مسلمان نے آپ کو نہیں پوچھا اور آپ کی ملاقات کا شرف بھی حاصل نہیں کیا۔ حضرت موصوف شہر میسور میں وارد ہوئے اور ایک ہندو ہوٹل میں قیام فرمایا۔ حضرت آل نبی امیر الملت رضی اللہ عنہ مجدد مأتہ حاضرہ کو جو اس وقت شہر میسور میں تشریف فرما تھے۔ دوسرے دن اطلاع ہوئی۔ آپ فوراً معہ چند یاروں کے (آپ اپنے مریدوں کو ہمیشہ یار فرمایا کرتے تھے) پھول و میوہ جات و مٹھائیوں کے ساتھ ان کی خدمت میں پہنچے۔ اور بہت افسوس ظاہر کیا۔ کہ ہم خدام سادات کرام ہوتے ہوئے آپ کا قیام مشرکوں کے ایک ہوٹل میں ہو۔ آپ نے جواب دیا۔ دو مسلمان خادم ساتھ ہیں۔ وہ آپ کا کھانا تیار کرتے ہیں۔ اسی رات کو حضرت مجدد مأتہ حاضرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فرودگاہ پر ان کی شایانِ شان ضیافت کی۔ دوسری صبح جب راجہ میسور کی دواسپہ گاڑی میں (وہ زمانہ عام موٹر سواری کا نہیں تھا) بادشاہ ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ کہ وہاں سے آگے ریل پر بمبئی کا سفر مقرر تھا۔ تو حضرت مجدد مأتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے معہ چند یاروں کے ہوٹل سے شہر میسور کے دروازہ تک پاپیادہ اعزازاً آپ کی گاڑی کے ساتھ تشریف لے جا کر ان کو رخصت فرمایا۔ حضرت مجدد مأتہ حاضرہ نوراللہ مرقدہٗ سادات کی دختروں سے غیر سادات کے نکاح کے سخت سے سخت مخالف تھے۔ بعض ملاؤں نے جو فتوے دیئے ہیں۔ کہ بادشاہوں اور علماء دین کے لئے سادات کی بیٹیوں

[illegible] ہے۔ اس پر سخت اعتراض فرماتے کہ بالکل غلط ہے۔ بے ادبی ہے۔ سخت غلطی ہے۔ تُف ہے ایسے ایمان پر! دکن میں ایسی شادیوں کا عام رواج ہوگیا تھا۔ حتی کہ دارالریاست شہر حیدرآباد دکن میں ایک غریب شریف سید کی بیٹی کو بُت پرست مشرک کافر وزیراعظم نظام دکن مہاراجہ کشن پرشاد نے زبردستی اغوا کرلیا۔ اس مسئلہ پر آپ کے وعظ اثر پذیر ہوئے۔

اب ایسے نکاحوں کا رواج وہاں موقوف ہوگیا ہے۔ اور دوسرے مقامات پر بھی ایسے نکاح نہیں ہوتے۔

# تعظیم و تکریم مشائخ طریقت

سیدی مجدد قرن الرابع عشر عطر اللہ مرقدہٗ دوسرے درگاہوں اور ان درگاہوں کی مشائخ کی بھی بڑی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ خواہ وہ کسی سلسلۂ طریقت کے ہوں۔ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی زیارت اور کلیر شریف میں حضرت خواجہ سید علی احمد صابر رضی اللہ عنہ کی زیارت متعدد بار فرمائی۔ پاک پٹن شریف حضرت خواجہ شیخ فرید گنج شکر رضی اللہ عنہ کی زیارت کئی دفعہ کی۔ دہلی سرہند شریف میں اپنے ائمۂ طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ و حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی زیارت بے شمار دفعہ فرمائی۔ حضرت بختیار کاکی رضی اللہ عنہ و حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگانِ سلسلہ چشتیہ کی بھی زیارت کرتے رہے۔ آپ سلسلہ ہائے قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ کے اور عرب میں جو سلسلہ ہائے شاذلیہ رفاعیہ کبرویہ وغیرہ ہیں۔ ان کے مشائخ کے بھی یکساں تعظیم و تکریم فرماتے۔ ترچناپلی (مدراس) میں حضرت سید مظہر ولی المعروف بہ تبر عالم سہروردی رضی اللہ عنہ کی زیارت فرمائی ہے۔ اور پنکنڈا (صوبہ آندھرا) میں حضرت قلندر میر حق بابا سید فخر الدین ولی سہروردی رضی اللہ عنہ۔ (جن سے ریاست میسور کے بعض حصوں میں اسلام پھیلا) کے دو سالانہ عرسوں میں شرکت فرمائی۔ اور وہاں کے سجادہ نشین کے معزز و محترم مہمان بھی رہے ہیں۔ شہر بنگلور میں شیخ الطریقت قادریہ حضرت کلیم سید بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شہر میسور میں

شیوخ الطریقت قادریہ حضرت مولوی سید درویش پیر صاحب و حضرت صوفی احمد علی رحمہم اللہ علیہم سے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اور نیز ایسے ہی باہمی گہرے دوستانہ تعلقات و ملاقات و ضیافتوں کا سلسلہ حضرت پیر سید ابراہیم شاہ صاحب بغدادی رضی اللہ عنہ سے تھا کہ وہ نقیب اشرف کے سجادہ کو رونق بخشنے سے قبل بمبئی میں موسم سرما میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ اور ان کے ایام قیام بمبئی میں جب اتفاقاً سیدی مجدد مأۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز بھی وہاں تشریف فرما ہوتے۔ ایک مرتبہ جب حضرت اقدس مجدد مأۃ حاضرہ رضی اللہ عنہ بنگلور میں رونق بخش تھے۔ وہاں اتفاقاً حضرت شاہ سلیمان پھلواری چشتی رضی اللہ عنہ کی بھی تشریف آوری ہوئی۔ تو آپ نے استقبال کر کے ملاقات کی۔ اور ان کی بڑی شاندار ضیافت کی۔ حضرت شاہ سلیمان رضی اللہ عنہ نے بھی بعد میں آپ کی اور آپ کے مریدوں کی ایسی ہی شاندار ضیافت کی۔ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳۴۶ھ جب آپ نے آخری حج ادا کیا۔ اور ان دنوں چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ اسی سال حضرت سید غلام محی الدین صاحب چشتی سجادہ نشین گولڑہ شریف بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو سیدی مجدد مأۃ حاضرہ طاب ثراہ ہر روز مکہ مکرمہ منیٰ عرفات و مدینہ منورہ میں ان کی خدمت میں میوہ جات و مٹھائیاں ہدیۃً روانہ فرماتے تھے۔ منیٰ میں جب ایک ہی صحن میں دونوں بزرگوں کے خیمے تھے۔ تو وہاں وقت سحر یعنی وقت تہجد گرم چاء اور بسکٹ ان کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں ان کی خاص ضیافت بھی کی۔ جاننا چاہیئے۔ کہ حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب نقشبندی سلسلے کے نہیں۔ بلکہ چشتی سلسلے کے شیخ الطریقت ہیں۔ اور عمر میں آپ کی نصف عمر سے بھی کم ہیں۔ لیکن حضرت اقدس مجدد مأۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعاً کی نظر میں کم عمر و عمر رسیدہ کے درمیان ایسے امور میں کوئی فرق نہ تھا۔ حضرت اقدس کے واصل بحق ہونے پر بیسیوں درگاہوں کے مشائخ نے بڑے غمگین بیانات تعزیت برقی ٹیلیگراموں اور مکاتیب کے ذریعہ ارسال فرمائے۔ اور بعض مشائخ بغرض فاتحہ کے لئے علی پور شریف تشریف لے گئے۔

# بادشاہوں سے سلوک

نواب صاحب ریاست شاہنور علاقہ بمبئی آپ کے مریدوں سے تھے۔ نظام حیدرآباد دکن آپ کے معتقدوں سے تھا۔ ایک مرتبہ بمبئی علاقہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ کہ نواب نظام عثمان علی خان آپ کی مجلس وعظ میں داخل ہوئے۔ اس وعظ میں آپ نے پردہ نسواں کے متعلق شرعی احکام آیات شریف احادیث دلائل کے ساتھ سنائے۔ شاہ دکن نظام کو جو اپنی کنواری بالغ لڑکیوں کو بے پردہ اپنے ساتھ لے کر باہر جاتے تھے۔ ان کو اس گناہ سے آگاہ فرمایا۔ نظام کا ریاست میں ایسا رعب و دبدبہ تھا۔ کہ ایسا کلام بر مجلس کرنے کی جرأت کبھی کسی نے نہیں کی تھی۔ شہر حیدرآباد دکن کے گلی کوچوں میں شور مچ گیا۔ کہ شام سے پہلے حضرت اقدس پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ ریاست بدر کر دیئے جائیں گے۔ لیکن سید آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم حافظ قرآن محدث والا شان عالم العلامہ مجدد دین مبین کے رعب روحانی پر نظام شاہ دکن کا رعب کہاں غالب آ سکتا تھا۔ بجائے آپ کو ریاست سے نکالنے کے دوسرے دن وہ آپ کی فرودگاہ مسمیٰ بنی خانم مکان حضرت سید خیر المبین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ اور عقیدت مندانہ گفتگو کے بعد آپ کو دعوت دی۔ کہ آپ اس کی مہمانی قبول فرمادیں۔ اور وہ برکت کے لئے ہر روز آں عالی جناب کی خدمت مبارک میں اپنے مطبخ شاہی سے دونوں وقت توشہ روانہ کرتا رہے گا۔ وہ آپ قبول فرماویں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ آپ اپنے درویش متقی خادم تہجد گذار کے باوضو پکائے ہوئے طعام کے سوا کچھ نہیں چکھتے۔ اور فرمایا اگر نظام کا اصرار ہو۔ تو ان کا توشہ اپنے دسترخوان کے مہمانوں کو کھلائیں گے چنانچہ اس وقت کے قیام ایام میں اور بعد میں جب کبھی آپ رونق بخش حیدرآباد دکن ہوئے۔ تو ظہر اور عشاء کے وقت شاہی موٹر پر ڈو خادم یہ توشہ برابر لاتے تھے۔ آپ توشہ کھلا کر مزید دیکھتے کہ کیا آیا ہے۔ اور دسترخوان پہ حاضر شدہ مہمانوں کو کھلا دیتے تھے۔ نظام سے اس تعارف پر آں عالی جناب نے بیسیوں اہالیان حرمین شریفین صالحین متوکلین بزرگوں کے سفارشی پرچوں کے ذریعہ ان کی ماہانہ معقول پنشن جاری فرمائیں۔ جو حیدرآباد دکن پر

... ستمبر میں قبضہ ... جاری تھی ...

بلوچستان کی جانب سے مملکت افغانستان میں داخل ہو کر قندھار و خرقان و کابل سے ہو
فرماتے ہوئے براہ پشاور حضرت مجدد ماتہ حاضرہ نور اللہ مرقدہ وطن شریف واپس ہوئے
اس سفر کی خبر نادر شاہ مرحوم امیر کابل کو ہوئی۔ تو راہ میں اور ہر منزل پر آپ کے شایان
شان استقبال اور راحت بخش قیام کے انتظامات کے احکام سرکاری عہدہ داروں کو
بھیجے۔ آپ کے سفر کا اصل مقصد امام طریقت نقشبندیہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
کی زیارت تھا۔ جب آپ نے شہر قندھار میں نزول فرمایا تو گورنر قندھار نے کئی درجن
برتنوں میں ہر قسم کے طعام میوہ جات۔ مربے۔ اچار۔ چٹنی۔ مٹھائیوں سے بھرے ہوئے
آپ کی فرودگاہ پر روانہ کئے۔ آپ نے اس کے ان ہدایا کو قبول نہ فرمایا۔ اور صرف یہ
شعر لکھکر واپس فرما دیا ؎

غرض از سیر قلندر طلب دیدار ست
ورنہ ایں نان و نمک در ہمہ جا بسیار ست

گورنر اسی وقت رات میں حاضر ہوا۔ اور بڑی انکساری سے قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے
ہوئے معافی کا طالب ہوا۔ کہ بڑی غلطی ہوئی۔ بے ادبی ہوئی۔ کہ وہ خود کھانا طعام بھیجنے سے
پہلے حاضر نہ ہو سکا اور نہ طعام کے ساتھ ہی حاضر ہوا۔ نصف شب تک آپ نے اس کو
بیسیوں مسائل شرعی سنانے کے بعد رخصت فرمایا۔ اور دوسری صبح قندھار سے آگے
تشریف لے گئے۔

دارالسلطنت کابل میں تین یوم قیام فرمایا۔ اور وہاں کے مشائخوں سے ملاقاتیں
ہوتی رہیں۔ اسی اثنا میں یوم جمعہ آیا اور آں عالی جناب شہر کی مسجد جامعہ میں نماز ادا کرنے
تشریف فرما ہوئے۔ وہاں دیکھا کہ فوجی لوگ جوتیاں پہنے ہوئے مسجد میں داخل ہوتے ہیں
جب امیر کابل بادشاہ نادر شاہ مرحوم نماز جمعہ کے لئے داخل ہوا۔

حضرت شیر شریعت امیر ملت مجدد ماتہ حاضرہ رضی اللہ عنہ نے بڑی ثقاہت کے
ساتھ فارسی میں امیر کابل کو متوجہ کیا۔ کہ فوجیوں کا یا کسی کا جوتیاں پہنے ہوئے داخل
مسجد ہونا جو اللہ کا گھر ہے۔ سخت بے ادبی ہے اور حرام ہے۔ امیر موصوف مرحوم
نے فوراً ... عادت کو قطعی ترک ...

... تشریف لے جاتے کہ ریاست کشمیر میں بھی
آپ کے ہزارہا مرید ہیں۔ ایک دفعہ مہاراجہ کشمیر نے اپنے وزیر کے ذریعے ازراہ عقیدت
اس کے شاہی محل میں تشریف فرما ہونے کے لئے موٹر کار روانہ کی۔ آپ نے جانے
سے صاف انکار کر دیا اور یہ پڑھا۔

بئس الفقیر علے باب الامیر
نعم الامیر علے باب الفقیر

اور فرمایا ہم درویش بادشاہوں کے گھر نہیں جاتے۔ اگر مہاراجہ صاحب فقیر سے ملاقات کرنا چاہیں تو فقیر کے پاس آویں۔ وزیر نے بعد میں بتایا کہ مہاراجہ نے کہا۔ کہ وہ بزرگ ہماری ایک رعیت کے گھر قیام پذیر ہے اور ہماری عادت نہیں۔ کہ کسی رعیت کے گھر جائیں اور بالکل ایسا ہی واقعہ ریاست میسور میں ہوا۔ وہاں کے مہاراجہ نے اپنی وزیراعظم سر مرزا اسمٰعیل کو آپ کی خدمت میں معہ شاہی موٹر کار روانہ کیا کہ آپ کو اس کے شاہی محل میں لائیں۔ وزیر اعظم نے عرض کیا۔ مہاراجہ نے آپ کے لیے شاہی خلعت اور قیمتی ہدایا تیار کر رکھے ہیں۔ جو خود پیش کرے گا۔ آپ نے فرمایا۔ فقیر خلعت و ہدایا کی تمنا نہیں رکھتا۔ فقیر بادشاہوں کے گھر نہیں جاتا۔ اگر مہاراجہ کی تمنا ہو۔ تو خود فقیر کے پاس آویں۔ اور فرمایا۔ اس کو یہ شعر سُنا دو۔

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
سر جہاں رکھتے ہیں سب ہم وہاں قدم رکھتے نہیں

# مدینہ منورہ میں خدمات

حضرت اقدس محبوبؒ آیۃ حاضرہ نور اللہ مرقدہٗ حضور پُر نور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق فدائے واثق تھے۔ اپنی عمر بالغہ میں تقریباً ہر سال مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہے۔ اس وقت شہنشاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک کا شرف حاصل فرمانے کے علاوہ خدام حرم شریف شہنشاہ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین بزرگان درویشوں۔ علماء۔ فقرا وغیرہ کی حسب مراتب نقد و جنس سے خدمت فرماتے۔ دوران

قیام مدینہ منورہ ایک روز آغا صاحبان خدام خاص حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرتکلف ضیافت کرتے۔ ایک دن حرم شریف کے دروازوں کے دربانوں کی۔ ایک روز مؤذن صاحبان کی، ایک روز مسجد شریف کے جاروب کشوں کی۔ ایک روز پانی پلانے والوں کی (یعنی سقوں کی)۔ اس کے بعد دو تین دن تک مدینہ منورہ کے علماء۔ مشائخ اور دیگر صالحین بزرگوں اور درویشوں کی ضیافتیں ہوتیں۔ طعام میں بطور خاص وطن سے لائے ہوئے چاول۔ گھی وغیرہ سے پکائی ہوئی بریانی۔ زردہ ودیگر لوازمات ہوتے۔ فراغتِ طعام کے بعد وقتِ رخصت تعظیم مہمانان کے لئے کھڑے ہوکر ہدیۂ زر نقد ہر ایک کی خدمت میں پیش فرماتے۔ کوئی دعوت میں شرکت سے معذور رہا۔ تو اس کے گھر ہدیہ اور طعام کا توشہ ارسال فرماتے۔ مدینہ منورہ سے نسبت رکھنے والی تمام مخلوق انسان وحیوان۔ چرند وپرند، شجر وثمر و حجر۔ گل وخار۔ خاک وغبار وغیرہ کی بے حد تعظیم تکریم فرمایا کرتے۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کو زمین میں دفن کرنے کی تاکید فرماتے۔ مدینہ منورہ کی مہندی کا پیروں پر استعمال منع فرماتے گنبد روضہ نبی کریم علیہ افضل واکمل الصلوٰۃ والتسلیم کے سبز ہونے کے باعث سبز رنگ کا لباس۔ مرد ہو یا عورت۔ ناف کے نیچے پہننا۔ بہت بے ادبی تصور فرماتے تھے۔ نماز کے لئے بھی سبز مصلے پسند نہیں فرماتے تھے۔ سبز کپڑے پر سجدہ کرنے میں مضائقہ نہ تھا۔ مگر پاؤں نہ رکھنے کی سخت تاکید فرماتے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ یعنی اخلاق کریمہ وعاداتِ درویشانہ وصفات جمیلہ۔ کراماتِ باہرہ کو تمام وکمال کون بیان کر سکتا ہے۔

کمالِ وصفِ اُو ہرگز بہ تحریر بر نمی گنجد
حدیثِ دل اگر گویم بصد دفتر نمی گنجد

الحمدللہ کہ توفیق الٰہی سے اِس کتاب کی تحریر بروز پنجشنبہ تاریخ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۰ ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء حرم شریف مدینہ منورہ میں شروع ہوئی۔ اور باوجود ضعف بصارت بروز پنجشنبہ ۶ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۴ ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء ختم ہوئی۔

نوٹ ۱۔ اس کتاب میں ہر عنوان کے تحت فقط وہ محدود معلومات درج ہیں۔

... کا علم [illegible] مؤلف کو ہوا ہے۔ ہر عنوان کے تحت بہت سی مزید باتیں انشاء اللہ دینی سوانح حیات بیان فرمائیں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٭

صد شکر کہ شد دین نبی آئینم | در مذہب بوحنیفہ شد تاقینم
در حزب جماعت شہ علی مسلکم | در سلسلۂ خواجہ بہار الدینم

نوٹ:۔ نظرثانی کے بعد یہ کتاب آج دوشنبہ ۳۰ مارچ مطابق ۱۰ ذیقعدہ [illegible] بغرض طباعت و اشاعت کراچی روانہ ہو رہی ہے۔

بخشی مصطفےٰ علی خاں مہاجر عفی عنہ

اسی رسالہ کے مصنف کی دوسری کتاب لاجواب

# کوکبۂ غزوۂ بدر

جس کی تعریف میں عرب و پاکستان و ہندوستان کے علماء و شعراء و ادیب رطب اللسان ہیں اور تقاریظ و اشعار قلمبند کئے ہیں جو نہ صرف قابل مطالعہ ہے بلکہ باعث برکات عظیم و رحمت پڑھنے، سننے، رکھنے والوں کے لئے ہے۔ جنگ بدر [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے لئے حیات بخش [illegible] تین سو تیرہ مجاہدین جن میں اکثر ناتجربہ کار ہیں جاں فروشی سے ایک [illegible] طاقتور دشمنوں کا ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ صرف چودہ مجاہدین کی شہادت ہے باقی آٹھ سو ساٹھ میدان جنگ سے فرار ہوتے ہیں۔ دشمنوں کا قریباً [illegible] کے ہاتھ لگے ہیں جنگ کی جیتی جاگتی تصویر کے علاوہ جمع نامہائے [illegible] شہدائے بدر کے [illegible] کی کتاب میں درج ہیں اس کا مطالعہ ہر بچے بوڑھے مومن میں جوش جہاد پر شیر دل بناتا ہے۔ بقول شاعر جمیل کولاری ؎

غزوۂ بدر کی حامل ہی نہیں ہے یہ کتاب | مہر گردون رسالت کی بھی ہے آب و تاب
اس کو آنکھوں سے شب و روز لگا لے جمیلؔ | سیکڑوں نیکیوں کا تا کہ لے تو ثواب

قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ:۔ مکتبۂ فریدی اردو کالج، کراچی